رجب المرجب ۱۴۴۶ھ جنوری ۲۰۲۵ء
JANUARY-2025 Rs. 30/-

ہندوستان میں مذہبی منافرت کی آگ بھڑکائی جارہی ہے
شب معراج سے متعلق بیان کی جانے والی دو روایات کا جائزہ
وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یوم آزادی اور یوم جمہوریہ! ہماری ذمہ داریاں

نہ جانے کتنے سنبھل ابھی باقی ہیں
سرکار مجبی! فنا فی المرشد
واقعہ معراج اور دیدار الٰہی
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں
رنگ اختلاف

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

نعت، نعت گوئی کی روایت اور نعت گو شعرا
اسلامی اقدار پر حملہ اور عالمی سازش
مسلمانو! اپنے بچوں کو پہلے دین پڑھاؤ
اخلاق حسنہ سے دور ہوتا مسلم معاشرہ
مذہبی مقامات کی دستوری حیثیت
حسد اور اس کے اسباب وعلاج

مدیر:
مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية جامعة الرضا بریلی شریف یو پی، ہند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

جلد نمبر ۱۰ | Vol. 10

رجب المرجب ۱۴۴۶ھ | جنوری ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۱ | Issue No. 1

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا | محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنّی دُنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	نہ جانے کتنے سنبھل ابھی باقی ہیں	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۵
اسلامیات	وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے	مولانا مدثر حسین اشرفی	۶
☜	واقعہ معراج اور دیدار الٰہی	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۹
☜	حسد اور اس کے اسباب وعلاج	مفتی سید اولاد رسول قدسی	۱۵
☜	اخلاق حسنہ سے دور ہوتا مسلم معاشرہ	مولانا محمد منصور عالم نوری مصباحی	۱۹
☜	نعت، نعت گوئی کی روایت اور نعت گو شعرا	مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی	۲۲
احوال قوم وملت	مسلمانو! اپنے بچوں کو پہلے دین پڑھاؤ	محمد طاہر القادری کلیم فیضی	۲۶
☜	رنگ اختلاف	مفتی محمد جمیل احمد قادری	۲۷
احوال وطن	مذہبی مقامات کی دستوری حیثیت	پرویز عالم	۲۹
☜	ہندوستان میں مذہبی منافرت کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے	حافظ محمد افتخار احمد قادری	۳۱
☜	یوم آزادی اور یوم جمہوریہ! ہماری ذمہ داریاں	محمد خوشتر ضمیر قادری	۳۴
اسلاف واخلاف	صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عبد الواحد قادری	۳۷
☜	سرکار مجی! فنا فی المرشد	مولانا محمد فیضان رضا علیمی	۴۲
رضویات	اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں	ڈاکٹر محمد اقبال اختر القادری	۴۴
نقد ونظر	شب معراج سے متعلق بیان کی جانے والی دو روایات کا جائزہ	مولانا خلیل احمد فیضانی	۴۵
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۷
مختصرات	اسلامی اقدار پر حملہ اور عالمی سازش	سید محمد رضا حنفی	۵۱
☜	زخمی معاشرہ	مولانا نثار احمد مصباحی	۵۱
☜	تو بندہ آفاق ہے وہ صاحب آفاق	غلام مصطفیٰ رضوی	۵۲
منظومات	چشم رحمت ہے آشیانے پر	مولانا طفیل احمد مصباحی	۵۳
☜	مصروف میں تو مدحت خیر الوریٰ میں ہوں	مولانا شمس تبریز خاکی مرکزی	۵۳
☜	چہرے سے پردۂ بشر سرکا مہ تمام دو	مولانا جسیم اکرم مرکزی	۵۳
☜	ہیں آشنائے رمز حقیقت ابوالحسین	مولانا پھول محمد نعمت رضوی	۵۴
خیر وخبر	طلبۂ جامعۃ الرضا میں ذکر مجاہد ملت	میر محسن رضا	۵۴

اداریہ

مہمان اداریہ

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی *

نہ جانے کتنے سنبھل ابھی باقی ہیں

فی الحال سنبھل جامع مسجد کے سروے پر سپریم کورٹ نے پابندی لگادی ہے لیکن اس وقتی راحت کو ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ بدایوں کی جامع مسجد پر نیل کنٹھ مندر ہونے کا مقدمہ سامنے آ گیا، تین دسمبر کو اس مقدمے کی بھی شنوائی ہونا ہے۔ اس طرح ایک ہی ہفتے میں جامع مسجد سنبھل، درگاہ غریب نواز اجمیر اور جامع مسجد بدایوں پر مندر ہونے کا مقدمہ کر دیا گیا ہے۔ شر پسندوں کی رفتار اور حکومتی پشت پناہی کے مدنظر خیر کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی ہے۔ آنے والے وقت میں دیگر شہروں میں بھی ایسے درجنوں نہیں سیکڑوں مقدمات سامنے آسکتے ہیں جہاں ہندو تنظیموں کے لوگ سول کورٹوں میں علاقائی مسجدوں اور مزاروں کے خلاف مقدمات قائم کر کے ہیرو بننے اور مسلمانوں کو دبانے کی پوری کوشش کریں گے۔

ان کی تیاری پوری ہے کوئی اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ یہ معاملات اتفاقی یا حادثاتی ہیں، یہ سارے مقدمات ایک منصوبہ بند سازش کا حصہ ہیں۔ بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ مرکزی مسجدوں اور خانقاہوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے باقاعدہ ریسرچ ورک کر کے ایسی مسجدوں/ خانقاہوں/ مدرسوں کی فہرست بنائی گئی ہے جنہیں شدت پسند مندر بنانا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں سیتا رام گوئل کی کتاب Hindu Temples what happened to them (ہندو مندروں کا کیا ہوا) شر پسندوں کے لیے سب سے مضبوط سہارا بنی ہوئی ہے۔ جس میں مصنف نے اپنے جھوٹ اور پروپیگنڈے کو دستاویزی شکل دے کر ان مسجدوں/ مزاروں کی فہرست بنائی ہے جو ان کے بقول مندر توڑ کر یا مندروں کو تبدیل کر کے بنائے گئے ہیں۔ یہ فہرست صوبہ جاتی اور ضلع وار طریقے سے تیار کی گئی ہے۔ جس میں صوبہ، ضلع اور مقام کے ساتھ مذکورہ مسجد/ مزار کا نام بھی درج ہے۔

اس فہرست میں تقریباً اٹھارہ سو مسجدیں اور خانقاہیں شامل ہیں، جن پر ہندو مندر بدل کر یا توڑ کر بنائے جانے کا الزام ہے۔ مذکورہ کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان تمام شہروں/ مسجدوں اور مزاروں کے نام لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس طرح ہر علاقے کا کوئی بھی چُھٹ بھیّا نیتا یا لوکل کورٹ کا منشی نما وکیل کھڑا ہو سکتا ہے اور اپنے شہر کی کسی بھی مسجد یا مزار کے خلاف رٹ فائل کر کے مسلمانوں کے خلاف مورچہ کھول سکتا ہے۔ اس طرح آنے والے دنوں میں ہمارے سامنے ایک دو نہیں نہ جانے کتنے سنبھل موجود ہوں گے جہاں مسلمانوں کی جان، مال اور عبادت گاہیں سب کچھ شر پسندوں کے نشانے پر ہوں گی۔

مسجدیں جو نشانے پر ہیں

سیتا رام گوئل کی مذکورہ کتاب کے مطابق جو مسجدیں اور مزارات نشانے پر ہیں، اس کی صوبہ جاتی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) یوپی 299: مساجد/ مزارات۔ (۲) کرناٹک 192: مساجد/ مزارات۔ (۳) بنگال 102: مساجد/ مزارات۔ (۴) راجستھان 170: مساجد/ مزارات۔ (۵) ہریانہ 77: مساجد/ مزارات۔ (۶) ایم پی 151: مساجد/ مزارات۔ (۷) مہاراشٹر 143: مساجد/ مزارات۔ (۸) گجرات 170: مساجد/ مزارات۔ (۹) دہلی 170: مساجد/ مزارات۔ (۱۰) بہار 77: مساجد/ مزارات۔ (۱۱) تمل ناڈو 174: مساجد۔

ایسا نہیں ہے کہ جن مساجد و مزارات پر شدت پسندوں کا پروپیگنڈہ ہے، وہ کسی گمنام جگہ یا گاؤں دیہات میں بقیہ ص ۵۰ ؍ پر

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اسلامیات

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

رجب المرجب کی چھبیسویں تاریخ ہے، اظہار نبوت کا بارہواں سال ہے، ہجرت کو ابھی ایک سال باقی ہے، یکشنبہ کا دن ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خلق خدا کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے بذات خود ایک ایک کافر کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی حقانیت پر مدلل ومسکت خطاب فرماتے ہیں، باوجودیکہ اغیار کے پاس سوائے حق قبول کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا مگر بغض وعناد کی وجہ سے اغیار نہ صرف یہ کہ منکر ہوئے بلکہ الٹے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن کر ایذا رسانی کے درپے ہوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز عشا کے بعد حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جن کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا، مالک کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی ارشاد فرماتے ہیں: آج رات ہم یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں اگر تمہاری اجازت ہو؟ سرکار کے اس فرمان عالی شان کو سن کر حضرت ام ہانی مسرت وشادمانی سے جھوم جاتی ہیں، اور نہایت تعظیم وتکریم سے عرض کرتی ہیں آقا! قربان جاؤں آج تو میری قسمت کی معراج ہوگئی، زہے نصیب کہ آپ کرم فرما رہے ہیں، کیونکہ اللہ کے محبوب ہمارے غریب خانے میں رونق افروز ہوں تو واقعی میرا مکان عرش سے بھی افضل ہوجائے گا، میں اپنی قسمت پر جتنا ناز کروں کم ہے، ہر عاشق کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اے کاش کبھی ایسا ہو۔ ؎

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہوجائے چراغاں یارسول اللہ

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرما ہوئے، اور حضرت ام ہانی مکان کے اردگرد پہرا دیتی ہیں کہ کہیں کوئی دشمن خدا معاذ اللہ حضور کو ایذا پہنچانے کی غرض سے یہاں تک نہ آجائے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں، حیرت ہے کہ اپنی امت کی بخشش ومغفرت کی خاطر راتیں رو رو کر بسر فرمانے والے آقا آج خرق عادت آرام فرما ہیں اور مطمئن ہیں اور ایسا کیوں نا ہو وہ عالم ماکان ومایکون ہیں سب جانتے ہیں کہ جس امت کی بخشش ومغفرت کی خاطر راتیں رو رو کر گزاری ہیں، آج کی شب اس کی قبولیت کی شب ہے، آج تو باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوکر اپنی امت کی بخشش کرالوں گا، بایں وجہ سرکار مطمئن ہوکر آرام فرما ہیں۔

سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ندائے باری تعالیٰ ہوتی ہے اے جبرئیل! دنیا میں کیا ہورہا ہے؟ (حالانکہ وہ علم الغیب والشھادہ ہے، ہر چھپے ظاہر کو جانتا ہے، مگر یہاں محبوب کی شان بیان کرنا مقصود ہے) عرض کرتے ہیں مولیٰ! تیری ایک خوش نصیب بندی کے علاوہ ساری دنیا آرام میں ہیں، مگر حضرت ام ہانی دشمن کے اندیشہ سے تیرے محبوب کے اردگرد شمشیر برہنہ لیے پہرا دے رہی ہے، حکم ربی ہوتا ہے اسے بھی سلادو، چنانچہ جنت سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جس میں حضرت ام ہانی کھڑی کھڑی سو جاتی ہیں، پھر خطاب ہوتا ہے اے جبرئیل! اب دنیا میں کیا ہورہا ہے؟ عرض کرتے ہیں مولیٰ! اب تو سب اہل زمیں محو خواب ہیں، ارشاد ہوتا ہے فرشتوں کی جماعت میں اعلان کردو کہ حورانِ خلد جنتی لباس سے مزین ہوجائیں اور جنتیں خوب سجائی جائیں اور آسمان کے سب فرشتے میرے محبوب کے استقبال کے لیے تیار رہے، تم ایک خوبصورت براق لے کر میرے حبیب کی بارگاہ اقدس میں جاؤ اور ان سے بصد ادب واحترام عرض کرو!

* مضمون نگار رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ يَشتَاقُ اِلَيك (ترجمہ) بیشک آپ کا رب آپ کے دیدار کا مشتاق ہے، کیا شان ہے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کے دیدار کی خواہش ظاہر کی تھی اور عرض کیا تھا: رَبِّ اَرِنِی اَنظُر اِلَيك، تو جواب ملا: لَن تَرَانِی، مگر حبیب کو خود ہی اپنا جلوہ دکھانے کے لیے فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ شان وشوکت سے اپنے قرب خاص میں بلایا جارہا ہے، اسی کی منظر کشی کرتے ہوئے امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ؎

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام فوراً رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور محبوب کے استقبال کے لیے جلوس تیار ہوجاتا ہے، خیال ہوتا ہے کہ ستائیسویں شب ہے جس میں چاند کا کہیں نام ونشان نہیں، تاریکی مسلط ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ عظیم الشان معراج اگر روشنی میں ہو، فوراً غیبی ندا ہوتی ہے فرشتو! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنے حبیب کے چہرہ انور پر اپنی صفت غیرت کے ستّر ہزار پردے ڈال رکھے ہیں، ان میں سے صرف ایک پردہ اٹھادو سارا عالم روشن ہوجائے گا تمام روشنی اس نور کے سامنے بے نور ہوجائیں گی، حضرت جبرئیل فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوتے ہیں دیکھا کہ سرکار آرام فرما ہیں قدموں کو بوسہ دیتے ہیں، سرکار بیدار ہوتے ہیں، آگے کا نقشہ ان اشعار میں پڑھیں: ؎

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
آنکھیں کھلیں تو پوچھا جبریل کہئے کیا ہے؟
جبریل بولے: آقا! خالق بلا رہا ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیر - (پ 15 سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 1) ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔" (کنزالایمان)

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں مفسر قرآن صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"معراج شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور کا وہ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں، نبوت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے نوازے گئے، مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی، مکہ مکرمہ سے حضور کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہونچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے، معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں، نصوص آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، تیرہ دماغانِ فلسفہ کے اوہام فاسدہ محض باطل ہیں قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں، حضرت جبریل کا براق لے کر حاضر ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غایت اکرام واحترام کے ساتھ سوار کرکے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انبیا کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سمٰوٰت کی طرف متوجہ ہونا، جبریل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازہ کھلوانا، ہر ہر آسمان کے صاحب مقام انبیائے علیہم السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا

اور حضور کی تکریم کرنا، احترام بجالانا تشریف آوری کی مبارک بادیں دینا، حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرۃ المنتہی کو پہنچنا، جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو مجال نہیں ہے، جبریل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کی ترقیاں فرمانا اور اس قرب اعلیٰ میں پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام وافکار بھی پرواز سے عاجز ہیں، وہاں مورد رحمت و کرم ہونا اور انعامات الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوت سمٰوٰت وارض اور ان سے افضل و برتر علوم پانا اور امت کے لئے نمازیں فرض ہونا حضور کا شفاعت فرمانا، جنت ودوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا اور اس واقعہ کی خبریں دینا کفار کا اس پر شورشیں مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنا حضور کا سب کچھ بتا دینا اور قافلوں کے جو احوال حضور نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا، یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور بکثرت احادیث ان تمام امور کے بیان اور ان کی تفاصیل سے مملو ہیں۔" (خزائن العرفان)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! زہے نصیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا، اور خیر امت کے شرف سے مشرف فرمایا، یہ وہ رسول ہیں جن کے طفیل کائنات تخلیق کی گئی، یہی وہ آقا ہیں جن کا تذکرہ دائمی ہوتا رہے گا، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

روز حشر جہاں انبیائے کرام علیہم السلام "اِذۡھَبُوۡا اِلٰی غَیۡرِی" کی صدا دیں گے مگر ہمارے آقا "اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا" فرما کر گنہگاروں کو اپنے دامن کرم میں لے کر شفاعت فرمائیں گے: ؎

کہیں گے اور نبی اذھبو الی غیری
میرے سرکار کے لب پر انا لھا ہوگا

قیامت بھی اسی لیے قائم ہوگی کہ وہاں اولین وآخرین دیکھ لیں کہ اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کس درجہ ارفع واعلیٰ ہے، ورنہ رب تعالیٰ کی ذات تو یہ ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے، وہ علم الغیب والشھادہ ہے، وہ جسے چاہے اپنے فضل سے جنت بھیج دے، اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم بھیج دے، کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوگی ـــ مگر اس کے باوجود روز حشر میزان ہوگا، نامہ اعمال تولے جائیں گے، حساب ہوگا، پل صراط سے گزرنا ہوگا وغیرہ وغیرہ ـــ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے میدان محشر کے نقشے کو دو مصرعے میں کس خوبصورتی سے بیان کیے ہیں: ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اخیر میں ہم یہ عرض کر دیں کہ نماز تو پچاس وقت کی فرض ہوئی تھی مگر حضرت موسٰی علیہ السلام کی عرض پر سرکار نو بار تشریف لے گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے طفیل ہم پر کتنا بڑا کرم فرمایا کہ پچاس وقت سے تخفیف فرما کر محض پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی، مگر ثواب میں کوئی کمی نہیں کی، پانچ وقت کی نماز پڑھئے اور ثواب پچاس وقت کی نماز کا پائیے۔ (سبحان اللہ)

◆◆◆

ص ۴۴ کا بقیہ...

تک پہنچ گیا اور نہ بدی سے پھرنا نہ نیکی کی طاقت، مگر اللہ کی توفیق سے۔

میں نے اس لیے اس مقام میں کلام طویل کیا کہ ان باتوں پر تنبیہ کرنا ان چیزوں میں تھا، جو ہر مہم سے بڑھ کر مہم ہے اور اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہے اور کیا اچھا کام بنانے والا اور سب سے بہتر اور سب سے کامل تر تعظیم ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر اور سب خوبیاں خدا کو جو مالک سارے جہان کا۔" (حسام الحرمین، ص ۹۰-۹۱)

◆◆◆

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

واقعۂ معراج اور دیدارِ الٰہی

شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو اپنے پاس بلا کر، جو خصوصیت، شرف، قُرب اور اپنا دیدار بخشا، خوش بختی کی ایسی معراج وسعادت کبھی کسی اَور نبی ورسول کے حصے میں نہیں آئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (۱) پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کوراتوں رات لے گیا، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ (جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہے)؛ تاکہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سنتا دیکھتا ہے۔

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے سرورِ دو جہاں ﷺ کو بے حد وحساب اِنعام واِکرام سے نوازا، اس مبارک رات تاجدارِ رسالت ﷺ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کی سَیر فرماتے ہوئے سدرۃُ المنتہیٰ سے اوپر، جہاں تک ربِ کائنات نے چاہا تشریف لے گئے، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنّت ودوزخ وغیرہ بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہَدہ فرمایا، انبیائے کرام کی اِمامت فرمائی، آپ کو فرض نمازوں کا تحفہ عطا ہوا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرَّف فرمایا، حضور نبی کریم ﷺ کو جو رؤیتِ باری تعالیٰ بخشی گئی، وہ چشمانِ مبارک سے تھی یا قلبی طور پر تھی، اس بارے میں صحابۂ کرام کی آرا باہم مختلف ہیں، البتہ زیادہ صحیح، راجح اور مختار قول یہی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی چشمانِ سر سے اپنے ربّ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اس موقِف کی تائید میں قرآن وحدیث، فرامینِ صحابہ اور علمائے اُمّت کے چند اَقوال بطورِ دلائل حسبِ ذیل ہیں:

شبِ معراج دیدارِ الٰہی قرآن کی روشنی میں

(1) حضور نبی رَحمت، شفیع امّت ﷺ نے سفر معراج میں خالق کائنات کے قُربِ خاص میں تجلّیات واَنوار کا مشاہَدہ کیا اور راز ونیاز کے جو پیغامات انہیں عطا ہوئے، وہ مخلوق کی عقل سے بالاتر ہیں، اِس سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔ (۲) وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خُوب اُتر آیا، تو اُس جلوے اور اِس حبیبِ کریم میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم۔ اَب وَحی فرمائی اپنے بندۂ خاص پر جو چاہا وَحی فرمائی۔"

حضرت امام ابن جریر طَبری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وقال آخَرون: بل معنى ذلك: ثمّ دَنا الربُّ من محمدٍ فتدَلّى۔ (۳) دیگر مفسّرین نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ سے قریب ہوا، تو وہ بھی اپنے رب تعالیٰ سے قریب ہو گئے۔"

علّامہ بَغَوی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ثمّ دَنا الرَبُّ مِن محمدٍ فتدَلّى۔ (۴) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ سے قریب ہوا، تو وہ بھی اپنے رب تعالیٰ سے قریب ہو گئے۔"

(2) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ (۵) اس حبیب کریم کی آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حَد سے تجاوز کیا، یقیناً اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

دیکھیں۔"

یہ سرورِ کونین ﷺ کی شان اور اللہ کی دی ہوئی طاقت تھی، کہ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کا قُربِ خاص حاصل کیا، اَنوار و تجلّیات کے نظارے کیے، جنّت و دوزخ اور عالمِ ملکوت کے عجائبات کا مشاہدہ فرمایا، انبیا و ملائکہ سے ملاقات کی، لیکن نہ تو آپ کی آنکھیں اُن اَنوار کی چمک دَمک سے خیرہ ہو کر چُندھیائیں، نہ بند ہوئیں، نہ جھپکیں، نہ دل گھبرایا، بلکہ جی بھر کر دیدار کیا۔

شبِ معراج دیدارِ الٰہی، اَحادیث مبارکہ کی روشنی میں

(1) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"رَأَيْتُ رَبِّي۔(۶) میں نے اپنے رب جل شانہ کو دیکھا۔"

امام جلال الدین سُیوطی "خصائص کبریٰ" اور علّامہ عبد الرؤف مُناوی "تیسیر شرح جامع صغیر" میں فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث بسندِ صحیح ہے۔"

(۷) نیز حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک کو حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے (رؤیت کی نفی سے متعلق) قول پر فوقیت حاصل ہے۔

(2) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قال لي ربي :نحلتُ إبراهيمَ خلّتي، وكلّمتُ موسى تكليمًا، وأعطيتك يامحمد كفاحاً۔(۸) مجھے میرے رب نے فرمایا کہ میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور موسی سے کلام فرمایا اور تمہیں اے حبیب مُواجہ بخشا، کہ بے پردہ و حجاب تم نے مجھے دیکھا۔"(۹)

(3) حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سیّد المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إنّ الله تعالى أعطى موسى الكلامَ، وأعطاني الرؤية، وفضّلني بالمقام المحمود، والحوض المورود۔(۱۰) بے شک اللہ تعالیٰ نے موسی کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا اور مجھ کو شفاعت کبریٰ و حوضِ کوثر سے فضیلت بخشی۔"

(4) حضرت سیّدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، حضور سرورِ کائنات ﷺ سِدرۃ المنتہی کا وصف بیان فرما رہے تھے، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! حضور نے اس کے پاس کیا دیکھا؟ فرمایا:

"رأيتُه عندها« يعني ربَّه۔(۱۱) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کے پاس رب تعالیٰ کا دیدار ہوا۔"

(5) حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ الصُّورَةِ۔(۱۲) میں نے اپنے ربّ کو سب سے خوبصورت ترین صورت میں دیکھا۔"

(6) ایک روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ بلندیوں کو طے فرما کر قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۱۳) کی منزلِ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے، تو قربِ خداوندی میں آداب کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض کی: التحیاتُ لِلهِ والصّلواتُ والطّیِّباتُ "ہماری قولی، فعلی اور مالی تمام عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں" خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے تحفۂ سلام قبول فرما کر مہمانِ معراج کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: السّلامُ علیكَ أَیُّها النَّبِیُّ وَرَحمةُ الله وبركاتُهٗ۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں" پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اِس طرح عرض کی: السّلامُ علینا وعلیٰ عِبادِ اللهِ الصّالحین "ہم پر بھی سلام ہو اور تیرے نیک بندوں پر بھی" پھر عالم بالا کے فرشتوں نے یہ صدا بلند کی: أَشهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا الله، وَأَشهدُ أَنَّ محمّداً عَبدُهٗ وَرَسُولُهٗ پھر سلام و جواب کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ سے بہت سی گفتگو فرمائی، جس میں کچھ راز تھے، کچھ خبریں تھیں اور کچھ اَحکام۔(۱۴)

(7) معراج کی رات اس قُربِ خاص میں بلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ سے وہ خاص باتیں کیں، جو کسی کے وَہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ محدّثینِ کرام فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اس قُربِ خاص میں اپنے محبوب ﷺ پر ایسا کرم

فرمایا کہ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں:

"فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (١٥) اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی اور اس کی برکت سے میں نے مشرق ومغرب کے علوم جان لیے۔"

نبی کریم ﷺ کی پُشتِ مبارک پر دستِ قدرت رکھے جانے سے یہ پتہ چلتاہے، کہ سرکارِ دو جہاں ﷺ کو شبِ معراج کس قدر قُربِ الٰہی میسّر آیا۔

(8) حضرت سیّدنا محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: رَأَيْتُهُ بِفُؤَادِي مَرَّتَيْنِ (١٦) میں نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دل سے (یعنی تصدیقِ قلب کے ساتھ) دیکھا" اس کے بعد سرورِ دو جہاں ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (١٧) دل نے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا" یعنی جو آنکھ سے دیکھا، دل نے بھی اس کی تصدیق کی۔

(9) بعض احادیث میں مذکور ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لِي مَعَ اللهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ (١٨) میرے لیے خدا کے ساتھ ایک خاص وقت ہے، جس میں کسی مقرّب فرشتے یا مُرسَل نبی کی گنجائش نہیں۔"

شبِ معراج دیدارِ الٰہی! اقوالِ صحابہ کی روشنی میں

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں صحابۂ کرام کے زمانے ہی سے اختلاف رہا ہے، چنانچہ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہا اس بات کے قائل ہیں، کہ حضور ﷺ کو براہِ راست دیدارِ الٰہی نہیں ہوا، جبکہ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس، دیگر صحابہ اور تابعین وغیرہم کی رائے یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج اپنے حبیب کریم ﷺ کو، براہِ راست اور بے پردہ وحجاب دَولتِ دیدار سے شرفیاب فرمایا، چنانچہ اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"إنّا بنو هاشم نزعم أَنْ نقولَ: إنّ محمّداً قد رأى ربّه مرّتين (١٩) ہم بنی ہاشم (اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ) تو کہتے ہیں، کہ بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔"

(2) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں دیکھا" (٢٠)

(3) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا" حضرت سیّدنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ کیا حضور ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام رکھا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور ہمارے آقا ﷺ کو بلا حجاب اپنا دیدار کرایا۔" (٢١)

(4) حضرت سیّدنا انس بن مالک فرماتے ہیں: إنّ محمّداً رأى ربّه (٢٢) یقیناً جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب جل شانہ کو دیکھا۔

(5) حضرت سیّدنا ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"أَتَعْجَبُونَ أَنْ تَكُونَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيمَ، وَالْكَلَامُ لِمُوسَى، وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ، وَصَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔ (٢٣) کیا ابراہیم کے لیے دوستی اور موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام اور محمد ﷺ کے لیے دیدار ہونے میں

تمہیں کچھ تعجب ہے؟"

(6) حضرت سیّدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا :
"إِنَّ اللهَ قَسَّمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى، فَكَلَّمَ مُوسَى مَرَّتَيْنِ وَرَآهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ (۲۴) اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت (دیدار) اور کلام کو حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمادیا، حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام دو بار رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے دو بار اپنے رب کا دیدار کیا۔"

(7) حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :
"إِنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ :(1) مَرَّةً بِبَصَرِهِ، (2) وَمَرَّةً بِفُؤَادِهِ (۲۵) بے شک محمد ﷺ نے دو بار اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا: (1) ایک بار اس آنکھ سے، (2) اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔"

(8) مَروان نے حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: نعم (۲۶) "ہاں" یعنی حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔

شبِ معراج دیدارِ الٰہی، اقوال علما کی روشنی میں

(1) حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا، کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟ آپ نے بار بار فرمایا: "رَآهُ رَآهُ رَآهُ۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، دیدار کیا، دیدار کیا! اور یہ جملہ اتنی بار دُہرایا کہ آپ کے سانس کا تسلسل ٹوٹ گیا۔" (۲۷)

(2) امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "إنَّ الحسنَ كان يحلِفُ بالله :لقد رَأَى محمدٌ ربَّه۔ (۲۸) امام حسن بصری قسم کھا کر فرمایا کرتے، کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔"

(3) امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:
"أنّ الأصحّ الراجح أنّه رأى ربّه بعَين رأسِه حين أُسري به، كما ذهب إليه أكثرُ الصحابة۔ (۲۹) زیادہ صحیح اور مختار یہی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے معراج کی رات، چشمانِ سر سے اپنے ربّ کا دیدار کیا اور اکثر صحابہ کا بھی یہی مذہب ہے۔"

(4) امام شرف الدین نَوَوی فرماتے ہیں:
"إنّ الراجحَ عند أكثر العلماء إنّ رسول الله رأى ربّه بعَينَي رأسِه ليلةَ الإسراء؛ لحديث ابن عباس وغيره مما تقدّم، وإثباتُ هذا لا يأخذونه إلّا بالسماع من رسول الله۔ (۳۰) اکثر علما کے نزدیک راجح یہی ہے کہ شبِ معراج رسول اللہ ﷺ نے چشمانِ سر سے دیدارِ الٰہی کا شرف پایا؛ کیونکہ حضرت سیّدنا ابن عبّاس کی روایت نیز دیگر روایات میں بھی اس کا ثبوت ہے اور ان صحابہ نے حضور ﷺ سے سُن کر ہی اسے ثابت کیا ہے، پھر اس میں کسی قسم کا شک وشبہ مناسب نہیں۔"

(5) امام ابو القاسم قُشیری فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن نُوری نے فرمایا:
"شاهَد الحقُّ القلوبَ، فلم يرَ قلباً أشوَقَ إليه من قلب محمّدٍ، فأكرَمه بالمعراج تعجيلاً للرُّؤية والمكالمة۔ (۳۱) حق تعالیٰ نے تمام لوگوں کے دلوں میں سب سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ کے قلبِ پاک کو اپنا مشاق پایا، لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ کو معراج کے ذریعہ اپنا دیدار اور ہم کلامی کا جلد شرف بخشا۔"

(6) امام شہاب الدین قسطلانی فرماتے ہیں:
"مَن أثبت له أنّه رآه بقلبه، أنّ الرؤيةَ التي حصلت له خُلقت له في قلبه كما تخلق الرُّؤية بالعَين لغيره، والرؤيةُ لا يشترط لها شيءٌ مخصوصٌ عقلاً، ولو جرت العادةُ بخلقها في العين۔ (۳۲) جن لوگوں نے سرورِ کونین ﷺ کے لیے رؤیتِ قلبی ثابت کی ہے، اُن کی مُراد یہ ہے کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے، اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر

میں بینائی پیدا کر دی گئی (جس سے رسول اللہ ﷺ نے حق تعالیٰ کا مُشاہدہ کیا) اور دیکھنے کے لیے عقلاً کسی خاص جُزو بدن کا ہونا، یا کسی چیز کا پایا جانا ضروری نہیں، اگرچہ عادۃً بینائی آنکھ ہی میں پیدا ہوتی ہے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے، کہ خرقِ عادت کے طَور پر آنکھ کے علاوہ کسی اَور عضو میں بینائی پیدا کر دے؛ کیونکہ اسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔

(7) امام برہان الدین حلبی فرماتے ہیں:

"واختلف في رؤيته لربّه تبارَك وتعالى تلك الليلةَ، فأكثرُ العلماء على وُقوع ذلك:أي أنّه رآه بعَين رأسِه۔(۳۳) دیدارِ الٰہی کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے، مگر اکثر علما اسی بات کے قائل ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی چشمانِ سر سے ربّ تعالیٰ کا دیدار کیا۔"

(8) مفسّر قرآن علّامہ اسماعیل حقّی شبِ معراج دیدارِ الٰہی کے بارے میں عقلی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومِن المحال أن يدعوَ كريمٌ كريماً إلى دارِه و يضيّف حبيبٌ حبيباً في قصرِه، ثمّ يتستر عنه و لا يُريه وجهَه۔(۳۴) یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی کریم کسی کریم کو دعوت دے کر بلائے اور کوئی حبیب اپنے محبوب کو اپنے محل میں مہمان بنائے، پھر اس سے چُھپ جائے اور اسے اپنا چہرہ نہ دِکھائے۔"

(9) مفسّرِ قرآن علّامہ سیّد محمود آلُوسی بغدادی شبِ معراج دیدارِ الٰہی کے قائلین کا موقف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إنّه رأى ربّه بعينه۔(۳۵) تاجدارِ رسالت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی چشمانِ مبارک سے دیکھا۔"

(10) حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس مقامِ رفیع پر لے جائیں اور خلوتِ خاص میں حضوری کرائی جائے اور سب سے اعلیٰ واقصیٰ مطلوب جو کہ دیدارِ باری تعالیٰ ہے، اس سے مشرّف نہ کیا جائے۔"(۳۶)

(11) امام اہلِ سنّت امام احمد رضا "شرح ہمزیّہ" کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "موسیٰ علیہ السلام کو دولتِ کلام عطا ہوئی، ہمارے نبی ﷺ کو ویسی ہی شب اِسراء ملی اور زیادتِ قُرب اور چشمِ سر سے دیدارِ الٰہی اس کے علاوہ اور بھلا کہاں کوہِ طور جس پر موسیٰ علیہ السلام سے مُناجات ہوئی! اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی ﷺ سے کلام ہوا۔"(۳۷)

واقعۂ معراج اور اس میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیدارِ الٰہی کا شرف ملنا، اس بات پر دلیل ہے کہ اگر بندے کی طلب سچی ہو، قول وفعل میں اِخلاص ہو اور فرائض وواجبات کی پابندی کرے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر خوب اِنعام واِکرام فرماتا ہے، اُس پر اپنی رحمتوں کا نُزول فرماتا ہے، اس کی بے حساب بخشش ومغفرت فرماتا ہے اور اُسے عُروج وبلندی سے سرفراز فرماتا ہے۔ لہٰذا اللہ ورسول کے اَحکام وتعلیمات پر عمل کریں، فرائض وواجبات کی پابندی کریں، اعمالِ صالحہ پر کاربند رہیں، گناہوں سے اجتناب برتیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بن کر رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے، ہمارے گناہوں کو مُعاف فرمائے اور ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنائے، آمین یاربّ العالمین! وصلى الله تعالى على خير خلقِه سيّدنا ونبيّنا وحبيبِنا وقرّةِ أعينِنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلّم، والحمد لله ربّ العالمين۔

حوالہ جات:

(۱) پ15، الإسراء.1 (۲) پ27، النجم7:—10 (۳) "جامع البيان" سورة النجم، تحت الآية8:، 9، ر25109:، الجزء27، ص60 (۴) "معالم التنزيل" سورة النجم، تحت الآية8:، 9، 4/.246 (۵) پ27، النجم17:، 18. (۶) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عباس ...إلخ، ر2580:، 1/.611 (۷) انظر: "الخصائص الكبرى" باب خصوصيته بالإسراء...إلخ، حديث ابن عباس، 1/.267 و"التيسير شرح الجامع الصغير" حرف الراء، تحت ر4377:، 3/.526 (۸) فی "مجمع بحار الأنوار": "كفاحا" أي: مواجهة ليس بينهما حجاب ولا رسول" [حرف الكاف، كفح، 4/424] "کفاح کا معنیٰ بالمشافہ دیدار کرنا ہے، جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور قاصد نہ ہو" (۹) "تاريخ دِمشق" حرف الألف، باب ذكر عروجه إلى السماء واجتماعه بجماعة من الأنبياء، ر800:، 3/.517 (۱۰) "كنز العمال" حرف القاف، كتاب القيامة من قسم الأقوال،

رؤیۃ اللہ تعالی، ر: 39200، 14/ 191. (۱۱) "الدر المنثور" سورۃ الإسراء، تحت الآیۃ: 1، 5/ 221. (۱۲) "السنۃ" لابن أبی عاصم، باب، ر: 467، 1/ 203. (۱۳) پ27، النجم: 9. (۱۴) "التفسیرات الأحمدیۃ" ص: ۵۰۶ و "روح البیان" تفسیر سورۃ الإسراء، تحت الآیات: 1-7، 5/ 121. (۱۵) "سنن الترمذی" أبواب التفسیر، [باب ومن] سورۃ ص، ر: ۳۲۳٤، ص: ۷۳۵. (۱٦) "تفسیر ابن کثیر" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیات: 5-18، 4/ 255. (۱۷) پ27، النجم: 11. (۱۸) "الأسرار المرفوعۃ" للقاری، حرف اللام، ر: 764، ص: 197. (۱۹) "سنن الترمذی" أبواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ، [باب ومن] سورۃ والنجم، ر: 3278، ص: 745. و"الدر المنثور" سورۃ النجم، تحت الآیۃ: 13، 7/ 647. (۲۰) "سنن الترمذی" ر: 3279، ص: 746. و"المعجم الأوسط" باب الہاء، من اسمہ: الہیثم، ر: 9396، 6/ 459. و"الأسماء والصفات" باب ما جاء فی قول اللہ: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی * فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ... إلخ، 2/ 190. (۲۱) "الأسماء والصفات" باب ما جاء فی قول اللہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ... إلخ، 2/ 190. و"الدر المنثور" سورۃ النجم، تحت الآیۃ: 13، 7/ 648. (۲۲) "مسند البزار" مسند أبی حمزۃ أنس بن مالک، ر: 7165، 13/ 426. (۲۳) "مُستدرَک الحاکم"، کتاب التفسیر، ر: 3747، 4/ 1404. (۲۴) "تفسیر ابن کثیر" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیات: 5-18، 4/ 254. (۲۵) "المعجم الأوسط" باب المیم، من اسمہ: محمد، ر: 5761، 4/ 215. (۲٦) "مناہل الصفا فی تخریج أحادیث الشفا" للسیوطی، ر: 417، ص: 100. (۲۷) "الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ" للسہیلی، ذکر الإسراء والمعراج، 3/ 271. (۲۸) "الشفا" القسم 1، الباب 3، الفصل 5، الجزء 1، ص: 126. (۲۹) "نسیم الریاض" القسم 1، الباب 3، الفصل 5، 3/ 144. (۳۰) "شرح النووی علی مسلم" کتاب الإیمان، باب معنی قول اللہ... إلخ، 3/ 5. (۳۱) "الرسالۃ القشیریۃ" فصل فی بیان اعتقاد ہذہ الطائفۃ فی مسائل الأصول، ص: 10. (۳۲) "المواہب اللدنیۃ" المقصد الخامس: الإسراء والمعراج، 3/ 105. (۳۳) "السیرۃ الحلبیۃ" باب ذکر الإسراء والمعراج... إلخ، 1/ 573. (۳۴) "تفسیر روح البیان" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیۃ: 18، 9/ 231. (۳۵) "تفسیر روح المعانی" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیات: 18-32، 14/ 54. (۳٦) "مدارج النبوۃ" باب ششم، دیدار الٰہی میں اختلافِ سلف، جزء 1، 173۔ (۳۷) "فتاوی رضویہ" کتاب العقائد والکلام، رسالہ: "منبہ المنیۃ بوصول الحبیب إلی العرش والرؤیۃ" 18/ 407۔

◆◆◆

ص ۲۱ ر کا بقیہ..................

جانا چاہئے مگر میں نے وعدہ کرلیا ہے، نہیں پہنچوں گا تو غریبوں کا دل ٹوٹ جائے گا، مذہب کا نقصان ہوگا۔"

(حافظ ملت افکار و کارنامے ص ۱۰۱)

حضور سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نہایت خلیق، مہربان، ہمدرد اور خدمت خلق کے جذبات سے سرشار بزرگ تھے، حضرت مولانا قمر الحسن بستوی صاحب ہی نے مذکورہ اقتباس کے بعد لکھا ہے کہ:

" بیان کیا جاتا ہے عارف کامل، قطب وقت سیدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اگر رات بھر جگے ہوتے پھر نماز فجر کے بعد سوتے۔ آنکھ لگی ہی ہوتی کوئی تعویذ چاہنے والا آتا تو فوراً اٹھتے تعویذ لکھتے دعا کرتے مگر اپنی ذات کا سکون ہرگز قطعاً ملحوظ نہ ہوتا، اگر کوئی کہتا کہ حضرت ابھی سو رہے ہیں............ اور انہیں بیدار نہ کیا جاتا، پھر کہیں آنے والا نامراد لوٹتا تو آنکھ کھلنے کے بعد معلوم ہونے پر برہمی کا اظہار فرماتے، چونکہ رہروان عشق کو کائنات کا کرب بخش دیا جاتا ہے اور ان کی راحتیں عقیدت کیشان وفا کو ہبہ کر دی جاتی ہیں۔" (حافظ ملت افکار و کارنامے ص ۱۰۱)

آج ہمارے معاشرہ کو ایسے ہی حافظ ملت اور مفتی اعظم کی ضرورت ہے جو دین و ملت کی حفاظت و صیانت اور خدمت خلق کے لیے ہر حال میں ہمیشہ تیار رہے اور اپنی راحت و آرام کو ترجیح نہ دے، آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے مسلم معاشرہ کو حسن اخلاق کی تابندگی سے جگمگا دے اور غیر محمود افعال و حرکات سے بچائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۰ ر کا بقیہ..................

ذہنی کے ساتھ کارروائی شروع کر دیتا ہے جب پارلیامینٹ سے پاس شدہ قانون Places of worship 1991 کے تحت تمام مذہبی مقامات اور عبادات گاہوں کے قانونی طور پہ تحفظ فراہم کیا گیا تو پھر ایسی کسی درخواست کو قابل توجہ سمجھنا کورٹ کا قیمتی وقت برباد کرنا اور نفرت کی اس ماحول سازی میں درپردہ ایک نادانستہ تعاون ہے، عدالت عظمیٰ کے بااختیار اور فاضل ججوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے، ان ملک دشمن عناصر کے خلاف سخت قانونی کارروائی کریں تاکہ نفرت کی ان منہ زور آندھیوں کے خلاف سخت اقدامات ہو سکیں۔

◆◆◆

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

حسد اور اس کے اسباب و علاج

آج ہمارے معاشرے میں جہاں بہت سی برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں وہیں حسد بھی عام و تام ہو چکا ہے، دورِ حاضر میں شاید باید کوئی اس سے محفوظ و مامون نظر آئے گا، الا ماشاء اللہ! حسد کس قدر مہلک ہے اس کا اندازہ لگانا ہو تو شیطان اور قابیل کے بھیانک انجام کو دیکھا جا سکتا ہے۔ حسد ہی کی بنیاد پر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے شکمِ پاک پر تھوکنے کی جسارت کی اور اسی حسد نے اسے اس قدر متکبر بنا دیا کہ اس نے حکم خدا وند قدوس کی بھی پرواہ نہ کی اور سجدے سے انکار کر بیٹھا۔ انجام کار قیامت تک اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔ قابیل جو حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا یہ نوع انسانی میں پہلا قاتل ہے جس نے حسد کے سبب اپنے ہی بھائی حضرت ہابیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر کے عند اللہ خائب و خاسر ہو گیا۔

اسی طرح رسول کائنات ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل مدینے کے آباد یہودیوں کے بڑے بڑے علما مدینے کے مشرکوں کو نہ صرف یہ کہ گھر گھر جا کر نبی آخر الزماں کی آمد کی خوش خبری دیا کرتے تھے بلکہ آیاتِ توریت کی روشنی میں آپ کی صفاتِ حمیدہ بھی بیان کرتے تھے۔ مزید بر آں یہ لوگ مشرکینِ مدینہ کو یہ کہہ کر دھمکیاں دیا کرتے تھے کہ خبردار ہو جاؤ عنقریب نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے۔ ان کے آتے ہی ہم تم مشرکوں سے قتال کریں گے اور بالآخر تمھیں مدینے سے نکال باہر کر دیں گے۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ نبیِٔ آخر الزماں بنو اسماعیل سے ہیں تو پھر وہ حسد کی آگ میں ایسے جل بھن گئے کہ حق جانتے ہوئے بھی اسلام سے دور و نفور رہے اور نبیِٔ آخر الزماں اور ان کے متبعین پر ظلم و غدر کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ ربِّ کائنات نے قرآن مقدس کی ایک سو نویں آیت میں یوں یہودیوں کے بغض و حسد کو واشگاف کیا۔

"وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔ یعنی "بہت سے کتابیوں نے چاہا کہ کاش تمھیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔"

واضح رہے کہ یہودیوں کی خواہش تھی کہ نبیِ آخر الزماں بنو اسحٰق سے ہوں نہ کہ بنو اسمٰعیل سے۔

اگر حسد کے اسباب پہ غور و خوض کیا جائے تو بنیادی طور پر اس کے سات اسباب سمجھ میں آتے ہیں۔ پہلا سبب بغض و عداوت ہے۔ حاسد کے بغض و عداوت میں اس قدر اضافہ ہو جاتا ہے کہ پھر ناکام ہونے کی صورت میں اس بات کا متمنی رہتا ہے کہ حریف پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹے اور میں خوشیاں مناؤں۔ دوسرا سبب تکبر ہے۔ تکبر کی بنیاد پر حاسد اپنے گریبان میں جھانکے بغیر اپنی برتری کی خواہش میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ پھر اسے اپنی کوئی برائی نظر نہیں آتی اور وہ "ہم چنیں دیگر نیست" کے زعم کے حصار میں آ جاتا ہے۔ تیسرا سبب سرداری کی آرزو ہے۔ حاسد اس آرزو کے پیش نظر چاہتا ہے کہ سارے کے سارے میرے غلام اور محتاج بن جائیں اور سب پر میری سربراہی کا سکّہ چلے۔ چوتھا سبب بڑائی ہے۔ حاسد اپنی بڑائی کی چاہت میں دوسروں کو نعمت کا نااہل سمجھتے ہوئے اس بات کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے کہ نعمت سے دوسرا یکسر محروم ہو جائے۔ پانچواں سبب دوسروں کی خوبیوں کو ناقابلِ برداشت سمجھنا ہے۔ حاسد دوسروں کی اچھائیاں دیکھ کر اس قدر جل بھن جاتا ہے کہ دوسروں کے کمال

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

کو اپنے لیے باعثِ زوال گردانتا ہے۔ چھٹا سبب غلبۂ نفسانیت ہے، حاسد پر نفسانیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کا نفس اس بات کا آرزومند ہوتا ہے کہ وہ سب سے بڑا با کمال سمجھا جائے دوسرا کوئی اس کے برابر نہ ہو۔ ساتواں سبب حاسد کی کم ظرفی ہے۔ حاسد پہ اس کی کم ظرفی کا ایسا تسلط ہوجاتا ہے کہ پھر وہ کسی اور کی خوشی دیکھ نہیں پاتا۔ یعنی دوسروں کو خوش وخرم دیکھ کر اس کا کلیجہ پاش پاش ہوجاتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتا ہے کہ دوسروں پر بجائے خوشی کے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

اس سے پہلے کہ ہم حسد کا علاج بتائیں آیئے بغض وحسد سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جو انتہائی درس خیز، عبرت ناک اور سبق آموز ہیں۔ ابوداؤد شریف میں مرقوم ہے:

"عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔"

حسد سے متعلق ترمذی شریف میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث یوں ہے:

"قال رسول الله ﷺ دبّ الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء هی الحالقة لا اقول تحلق الرأس لکن تحلق الدین۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگلی امتوں کی بیماری تمہاری طرف بھی آ گئی، وہ بیماری حسد وبغض ہے جو مونڈنے والی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ بال مونڈتی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈتی ہے۔"

اسی طرح صحیح المسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال رسول الله ﷺ یعرض اعمال الناس فی کل جمعة مرتین یوم الاثنین و یوم الخمیس فیغفر لکل عبد مؤمن الا عبدا بینه و بین اخیه شهناء فیقال اترکوا هٰذین حتی یفیئا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندوں کے اعمال ہر ہفتہ دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں، دوشنبہ اور جمعرات کو، پس ہر بندے کی مغفرت ہوجاتی ہے سوائے اس بندے کے جو اپنے مسلمان بھائی سے بغض وعناد رکھتا ہے۔ اس کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رہو (یعنی فرشتے ان کے گناہوں کو نہ مٹائیں) یہاں تک کہ وہ آپس کی عداوت سے باز آجائیں۔"

مذکورہ احادیث سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے کہ حسد کس قدر مذموم ہے اور یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نہ صرف یہ کہ حسد حاسد کے ذہنی توازن کو بگاڑ دیتا ہے بلکہ یہ دین تک کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے، یہی حسد ہے جو حاسد کے دل میں محسود کی طرف سے عداوت کو جنم دیتا ہے پھر آگے چل کر عداوت بڑھتے بڑھتے ترک تعلقات ہی نہیں بلکہ انقطاعِ سلام وکلام تک پہنچا دیتی ہے۔ حالاں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ دو مسلمان عداوت کی بنیاد پر ایک دوسرے سے منقطع التعلق قطعی نہ ہوں جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی حدیث ہے:

"قال رسول الله ﷺ لا یحل لمؤمن ان یهجر مؤمنا فوق ثلث فان مرّت به ثلث فلیلقه فلیسلّم علیه فان ردّ علیه السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یردّ علیه فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الهجرة۔ یعنی حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کو عداوتاً چھوڑ رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے بھائی سے مل کر سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب نہ دے تو نہ دینے والا گنہ گار ہوا اور سلام کرنے والا ترک تعلقات کے گناہ سے بری ہوگیا۔"

جیسا کہ ہم اسبابِ حسد کے ضمن میں بتا چکے ہیں کہ حسد کے اسباب میں سے اہم سبب تکبر ہے۔ تکبر کس قدر ہلاکت خیز ہے یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں۔ آیئے اس ضمن میں ایک

انتہائی سبق آموز حدیث ملاحظہ فرمالیں:

"عن عمر قال و هو علی المنبر یا ایها الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من تواضع للہ رفعه اللہ فهو فی نفسه صغیر و فی اعین الناس عظیم و من تکبر وضعه اللہ فهو فی اعین الناس صغیر و فی نفسه کبیر حتی لهوا هون علیهم من کلب او خنزیر۔ بیہقی شریف کے اندر مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا اے لوگو! تواضع اختیار کرو۔ میں نے حضورا کرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تواضع یعنی عاجزی اختیار کرتا ہے تو ربِّ قدیر اپنی رحمتِ کاملہ سے اسے بلند فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو چھوٹا تصور کرتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں وہ بڑا سمجھا جاتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے پست کردیتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل خوار رہتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے حالاں کہ انجام کار ایک دن وہ لوگوں کی نگاہ میں کتّے اور سور سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔"

الحفیظ والامان! حاسد یکسر یہ بھول جاتا ہے کہ منعم حقیقی خداوند قدوس کی ذاتِ اقدس ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے نوازا کرتا ہے۔ ربِّ کائنات نے ہمیں جو عطا کیا اس پر ہمیں اکتفا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا مشکور وممنون ہونا چاہیے نہ کہ ہم حرص وہوس کے شکار بن جائیں۔ حسد ایک ایسی بلا ہے جو حاسد کو ایسا حریص بنادیتا ہے کہ وہ شب وروز صبح ومسا حصولِ دنیا میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ اس خواہش پر کہ میں محسود سے مال واقتدار میں آگے بڑھ جاؤں اور محسود کنگال ہوجائے۔ حاسد کو یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ حریص کو کبھی بھی سیری وتشفی حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ صحیحین شریفین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

"عن النبی ﷺ قال لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغیٰ ثالثا ولا یملأ جوف ابنِ آدم الا التراب۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر (دنیادار) آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں جب بھی وہ تیسرے جنگل کی آرزو کرے گا اور ایسے حریص آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی نہیں بھر سکتی۔"

اسی طرح ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال اور مرتبہ کی لالچ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے، اللہ الصمد!

احادیث میں حسد اور اس کے اسباب سے متعلق کس قدر وعیدیں موجود ہیں۔ ان احادیث سے حاسدوں کو عبرت پکڑنا چاہیے اور خود کو ہلاکت خیزی سے بچانا چاہیے۔ تفسیر عزیزی میں جن گرہوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بڑی تعداد میں جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے ان میں ایک حاسدین کا بھی گروہ ہوگا۔ برخلاف اس کے وہ شخص جو اپنے دل اور دماغ کو بغض وحسد سے مبرا ومنزہ رکھتا ہے وہ اس قدر خوش نصیب ہوتا ہے کہ خداوندِ قدوس اسے عرش کا سایہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سایے میں دیکھ کر ربِّ قدیر کی بارگاہ میں عرض کی مولیٰ تعالیٰ! اس شخص کو یہ بلند مقام کس عمل کی بنیاد پر حاصل ہوا۔

پروردگارعالم جلِّ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ تین وجہوں سے (۱) یہ کسی پر حسد نہیں کرتا تھا (۲) یہ اپنے والدین کی اطاعت شعار تھا (۳) چغل خوری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا تھا۔ مذکورہ بالا باتیں حسد کے اسباب سے متعلق بیان کی گئیں اب آئیے اس کے علاج وسدباب پر غور کریں۔

جہاں تک حسد کے علاج وسدباب کا تعلق اس سلسلے میں صوفیائے کرام نے بالخصوص حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے اپنی مشہور زمانہ مایۂ ناز تصنیف ''احیاء العلوم'' میں تفصیلاً بڑی کارآمد باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ طوالت کے خوف سے ان تمام باتوں کا ماحصل نذر قارئین ہے۔

اگرچہ حاسد یہ چاہتا ہے کہ وہ حسد سے محفوظ و مامون رہے تو اس کے لیے یہ ناگزیر ہوگا کہ وہ اس امر پر راسخ عقیدہ رکھے کہ ہر چیز تقدیر سے ہوتی ہے یعنی من جانب اللہ مقدر ہوتی ہے حاسد کے چاہنے سے محسود کی ترقی رک سکتی ہے اور نہ حاسد اس بات پر قادر رہے کہ وہ محسود کی خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو روبہ زوال کردے۔ چاہے وہ اس سلسلے میں جتنی کوششیں کرلے، جس قدر ہاتھ پاؤں مارلے انجام کار اسے خود ہی منہ کی کھانا پڑے گی اور سوائے اپنی دینی و دنیاوی تباہی و بربادی کے کچھ ہاتھ نہیں آنے والا۔ یاد رہے کہ حسد ایمان کی آنکھ کا تنکا اور خاک ہے جیسے کہ دماغ کی آنکھ ان چیزوں سے گدلی ہوجاتی ہے ایسے ہی حاسد کا ایمان بلکہ اس کے دین و دنیا حسد سے مکدر ہوجاتے ہیں۔

حسد کے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حاسد کو انتہائی وسیع الظرف بنا ہوگا۔ یعنی اسے اپنی طبیعت و خواہش کے خلاف کام کرنا ہوگا، وہ اس طرح کہ حاسد کا دل یہ چاہتا ہے کہ وہ محسود کی خدمت کرے تو وہ خواہش طبیعت کو مات دیتے ہوئے اس کے برعکس محسود کی تعریف و توصیف بیان کرنا شروع کردے۔ اسی طرح اگر دل چاہتا ہے کہ محسود کے سامنے تکبر کا اظہار کرے تو وہ اپنی ہلاکت خیز خواہش کو مغلوب کرکے تکبر کے بجائے عاجزی و فروتنی کا مظاہرہ کرے طبیعت اگر نفرت کرنے پر مجبور کرے تو وہ خلاف طبیعت محسود سے اس قدر محبت سے پیش آئے کہ نہ صرف یہ کہ محسود اس کے اخلاق سے متاثر ہوکر اس کا گرویدہ بن جائے بلکہ محسود کی گرویدگی حاسد کے جذبۂ حسد کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دے۔

حسد کے اسباب و علاج پڑھنے کے بعد کوئی ضروری نہیں کہ حاسد اپنی خو بدل دے اور حسد سے بالکلیہ اجتناب کرلے۔ دراصل صرف حسد کی خصیص نہیں بلکہ کسی بھی برائی کا انسان اگر عادۃً مرتکب بن جائے تو وہ اس برائی سے اس وقت مکمل طور پر مبرا ہوسکتا ہے جب اس کے اندر احساس بیدار ہو اور خود اس کا ضمیر اسے ملامت کرے۔

اگر حاسدین مندرجہ ذیل حدیث پر عمل پیرا ہوجائیں تو عجب نہیں کہ وہ حسد کے مہلک مرض سے دائمی شفا پالیں، ترمذی شریف کے اندر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نیک بختی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرمادیا ہے اس پر راضی رہے اور آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ وہ ربِّ قدیر سے بھلائی مانگنا چھوڑ دے اور آدمی کی بدبختی یہ بھی ہے کہ وہ خداوند قدوس نے اس کے بارے میں جو کچھ مقدر فرمادیا ہے وہ اس پر آزردہ ہو۔ پروردگارِ عالم سارے مسلمانوں کو بغض و حسد، حرص و طمع اور غرور و تکبر سے یکسر محفوظ و مامون فرمائے۔

◆◆◆

ص ۵۲ رکا بقیہ.....................

اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرسکے! وہ ہمارے اسلاف تھے جو ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق برملا کہتے تھے۔ وہ ہمارے اسلاف تھے کہ حق کی پاداش میں شہادت قبول کرلیتے تھے لیکن ''سچ'' سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔

وہ حضرت بلال تھے جو ظلم کے مقابل کلمۂ حق بلند کرتے۔ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب تھے جو شاہِ نجاشی کے روبرو حقانیت اسلام کا نعرہ بلند کررہے تھے۔ وہ حضرت ربعی بن عامر تھے جو سالارِ روم کے روبرو حق بیاں تھے۔ وہ حضرت سلمان فارسی تھے جو ایوانِ فارس میں حق برملا کہہ رہے تھے۔ وہ امام حسین تھے جو ظالم یزیدیوں کے روبرو حفظِ شریعت کا فریضہ انجام دے رہے تھے، وہ حضرت امام احمد ابن حنبل تھے جو ظلم و اسیری سہنے کو اقتدار کے آگے جھکنے پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ امام ربانی شیخ احمد فاروقی تھے جو الحادِ اکبری کے مقابل سینہ سپر تھے۔

آج کے مصلحت پسند ہیں جو ظلم کے خلاف خاموش ہیں جو اقتدار کے آگے خمیدہ ہیں، جو ہر ستم برداشت کرجاتے ہیں حتیٰ کہ غیرتوں اور حمیتوں کا قتل بھی جھیل لیتے ہیں ؎

اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندۂ آفاق ہے، وہ صاحبِ آفاق

◆◆◆

(از: مولانا محمد منصور عالم نوری مصباحی*

اسلامیات

اخلاق حسنہ سے دور ہوتا مسلم معاشرہ

ایک اچھا صحت مند معاشرہ اور اچھا سماج اسے ہی کہا جاتا ہے، جہاں حسن اخلاق کی شعاعیں پھیلی ہوں، خصائل حمیدہ کے انوار سے ماحول منور ہو، خلوص، محبت، ایثار، ایمانداری، امانت داری، وفاداری، قناعت، صبر، تحمل، قوت برداشت، خیر خواہی اور امدادی باہمی وغیرہ کے جذبات پائے جاتے ہوں اور غیر محمود و مقبوح افعال و حرکات کی کوئی گنجائش نہ ہو، فی زمانہ ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے بہت زیادہ مریض ہو چکا ہے اور صحت بخش ہواؤں سے محروم ہو چکا ہے، قوت برداشت، صبر و تحمل اور قناعت و استغنا وغیرہ جیسے اخلاق فاضلہ سے خالی ہوتا جا رہا ہے اور معمولی بحث و مباحثہ پر علمی بالادستی ثابت کرنے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے، سوال بے جا اور خلاف مزاج امر دیکھ کر چراغ پا ہونا تو عام ہے۔

اصلاح کے لئے اخلاقی قدروں اور اچھے طریقوں کو نبھانے کے بجائے خسیس و رزیل حرکتیں ہونی لگ جاتی ہیں، یہ حرکات شنیعہ و افعال رزیلہ جلسوں، محفلوں، تقریروں اور تحریروں تک در آئے ہیں جن سے بلاواسطہ یا بالواسطہ ہمارا بیمار مسلم معاشرہ مزید متاثر ہو رہا ہے اور اس آلودہ ماحول کی آلودگیوں میں آئے دن اضافہ در اضافہ ہو رہا ہے، جب کہ مسلم معاشرہ کو صحت مند فضا کی سخت ضرورت ہے جس میں وہ آرام و عافیت، سکون اطمینان کی سانس لے پائے اور اپنے مستقبل کو روشن و تابناک بنانے کے تئیں فکرمند و بیدار رہ سکے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اخلاقی قدروں پر عمل کیا جائے، حسن اخلاق کی تعلیم پر زور دی جائے، آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نمونۂ عمل بنایا جائے، آقائے کریم ﷺ کی بعثت ہی اخلاقی قدروں کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حسن اخلاق (کے قدروں) کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (مؤطا، مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمانوں میں کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

اس مختصر تمہید کے بعد پہلے اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ کی قدر تعریف و تشریح پیش کی جاتی ہے، اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ اچھی عادتوں کو اخلاق حسنہ سے اور بری اور خسیس عادتوں کو اخلاق قبیحہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اخلاق کے تعلق سے علمائے کرام کے تفصیل کے ساتھ مضامین و تحریرات موجود ہیں، ان کا کچھ لب لباب یہاں راقم الحروف بیان کرنے کی جسارت کرے گا، حضرت علامہ مفتی محمد ارشاد مصباحی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک گراں قدر مضمون "اسلامی نظام اخلاق اور حضرات محدثین" میں اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے، حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے اخلاق کی تشریحات پیش کئے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"انسانی عادات اور اعمال کے مجموعے کو اخلاق کہتے ہیں جن کا تعلق انسانی فطرت سے گہرا ہوتا ہے، حضرت امام غزالی اس کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: خلق، نفس کی ایسی کیفیت اور ہیئت راسخ کا نام ہے جس کی وجہ سے بہ سہولت اور فکر و توجہ کے بغیر نفس سے اعمال صادر ہو سکیں، اگر یہ ہیئت اس طور سے قائم ہے کہ اس سے عقل اور شرع کی نظر میں اعمال حسنہ کہے جانے والے افعال صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام خلق حسن ہے اور اگر اس سے غیر محمود افعال کا صدور ہوتا ہے تو اسے اخلاق بد کہتے ہیں۔" (احیاء العلوم ۵۶/۳)

ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

"یہی ہیئت جسے نفس کی قوت راسخہ کہتے ہیں، انسانی طبعی

* مضمون نگار مدرسۃ البنات عظمت عائشہ پوسد مہاراشٹر کے استاذ ہیں۔

قوتوں کا سر چشمہ ہے اور اسی کی تہذیب اور تربیت سے اخلاق فاضلہ جنم لیتے ہیں، فطرت انسانی جو طبعی قوت لے کر پیدا ہوتی ہے وہ خلقی اور مستحکم ہوتی ہے، اس لئے اس میں کوئی بنیادی تبدیلی تو پیدا نہیں کی جاسکتی، البتہ اس کی تہذیب اور آراستگی کا ساماں ضرور ہونا چاہیے، اسلام جو مذہب اخلاق بھی ہے اور دین فطرت بھی اسی تہذیب اخلاق کی دعوت لے کر تشریف لایا، اسلام میں ''تزکیۂ نفس'' کی اصطلاح ارشاد باری تعالیٰ ''قد افلح من زکھا'' اور حدیث نبوی ''احسنوا اخلاقکم'' اسی بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔"

(ہل سنت کی آواز، اکتوبر ۲۰۰۲ء)

اخلاق کے تعلق سے مختصر تعریف وتشریح کے بعد چند اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ کی فہرست پڑھئے، حالانکہ اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ کی یہ قسمیں خود اپنے آپ عنوان کی حیثیت رکھتی ہیں:

(۱) اخلاق حسنہ (۱) ایمان (۳) اخلاص (۴) تدبر (۵) تفکر (۶) تامل (۷) اطاعت (۸) استقامت (۹) خوف خدا (۱۰) رجا (۱۱) نماز (۱۲) روزہ (۱۳) حج (۱۴) زکاۃ (۱۵) پاکیزگی (۱۶) عفت (۱۷) حسن سلوک (۱۸) انفاق فی الخیر (۱۹) ذکر (۲۰) دعا (۲۱) استعانت (۲۲) دعوت خیر (۲۳) ارشاد حق (۲۴) موعظت (۲۵) بشارت (۲۶) انذار (۲۷) شکر (۲۸) تواضع (۲۹) صبر (۳۰) احتساب (۳۱) یقین (۳۲) توکل (۳۳) قوت ارادہ (۳۴) ہمت (۳۵) عزم (۳۶) ثبات (۳۷) توبہ (۳۸) استعاذہ (۳۹) استغفار (۴۰) استخارہ (۴۱) فراست (۴۲) زیرکی (۴۳) راست بازی (۴۴) انصاف (۴۵) احتیاط (۴۶) امانت (۴۷) راست بازی (۴۸) عبرت پذیری (۴۹) قبول نصیحت (۵۰) حیا (۵۱) بیدار مغزی وغیرہ۔ (اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۲۰۰۲ء)

یہ وہ اخلاق حسنہ ہیں جو اللہ رب العزت ورسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مطلوب ہیں، جن پر عمل سے ہی ایک بیمار معاشرہ کی صحیح تعمیر ہوسکتی ہے:

(۱) اخلاق قبیحہ (۲) الحاد (۳) بدمذہبی (۴) نافرمانی (۵) گمراہ گری (۶) سحر (۷) سرکشی (۸) سخت دلی (۹) فریب نفس (۱۰) تکبر (۱۱) بخل (۱۲) بزدلی (۱۳) اسراف (۱۴) زنا (۱۵) فحش گوی (۱۶) تکاثر (۱۷) غفلت (۱۸) طمع (۱۹) غضب (۲۰) قتل ناحق (۲۱) ظلم وزیادتی (۲۲) بدکاری (۲۳) رشوت (۲۴) خیانت (۲۵) نفاق (۲۶) احسان ناشناسی (۲۷) سرقہ (۲۸) والدین کی نافرمانی (۲۹) کذب (۳۰) غیبت (۳۱) بہتان (۳۲) چغل خوری (۳۳) حرام خوری (۳۴) سود (۳۵) سوئے معاملت (۳۶) ریاکاری (۳۷) بدسلوکی (۳۸) کینہ پروری (۳۹) حسد (۴۰) بدعہدی (۴۱) تعاون علی الاثم وغیرہا۔ (حوالۂ سابق)

یہ وہ اخلاق قبیحہ اور رزیل عادتیں ہیں جو ایک صالح معاشرہ کو ہلاکت وبربادی کے دہلیز تک پہنچاتی ہیں اور خدا ورسول کے نزدیک نافرمانوں کے صف میں داخل کر دیتی ہیں، موجودہ دور میں مسلم معاشرہ مذکورہ اخلاق قبیحہ میں سے اکثر کی لپیٹ میں آکر دنیا کے سامنے اپنا وزن کھودیا ہے، ہمارے اسلاف واکابرین اخلاق حسنہ سے مزین وآراستہ تھے، ان کی زندگیاں آسمان کے ستاروں کے مانند تھیں، جنہیں پڑھ اور سن کر آج بھی دلوں کو سکون وقرار کے ساتھ فکر وتبدر میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، عملی زندگی میں سدھار ونکھار پیدا ہوتا ہے اس پر تمثیلاً بھی بزرگوں کی زندگی سے جڑی کچھ باتیں لکھی جائیں تو یہ مضمون بہت طویل ہوجائے گا، علامہ محمد احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے سارے اخلاق کی اصل ان کا ایمان اور خوف خدا ہے، یہ ایسی چیز ہے جو ہر حال میں انسان کو اخلاق عالیہ کی دعوت دیتی ہے، اگر یہ نہ ہو تو عارضی طور پر یا نمائشی طور پر انسان اچھی باتیں اپنا سکتا ہے مگر جب اسے کسی کی آگاہی یا رسوائی کا اندیشہ نہ ہو تو کچھ بھی کرسکتا ہے اسی طرح کوئی طاقتور اور فاتح کسی کمزور اور مفتوح سے کوئی بھی سخت سے سخت معاہدہ کرلے لیکن اس کے اندر اگر عہد شکنی اور بے وفائی پر خدا کا خوف نہیں تو کسی بھی وقت وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرسکتا ہے اور مفتوح وکمزور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

رہ گیا دنیا میں رسوائی اور بدنامی کا اندیشہ تو جھوٹ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ایسی طاقت ہے جو کسی بھی کمزور کے سچ کو بڑی آسانی سے زیر کرسکتی ہے۔ دنیا وہی مانے گی جو سنے گی۔ آج جو اخلاقی گراوٹ آچکی ہے اس کا سب سے بڑا سبب خوف خدا کا فقدان اور دنیا کی حرص ہے خلفائے راشدین کا حال یہ تھا:

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار بیت المال صاف کیا اس میں ایک درہم رہ گیا تھا، اتفاقاً حضرت عمر فاروق کا کوئی فرزند وہاں سے گزرا، حضرت ابو موسیٰ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ فاروق اعظم نے بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھا تو پوچھا یہ تجھ کو کہاں سے ملا؟ اس نے بتایا حضرت ابوموسیٰ نے دیا۔ اب حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ کے پاس آئے فرمایا: تم کو مدینہ میں آل عمر سے کمتر کوئی گھرانا نہ ملا۔ تم چاہتے ہو کہ ایک درہم کے واسطے امت کا ہر فرد اس ایک درہم میں اس کی جو حق تلفی ہوئی ہے، اس کا مطالبہ لائے اور آخرت میں ہم سے سوال ہو۔ فرمایا اور وہ درہم لے کر بیت المال میں داخل کردیا۔ (کنز العمال بحوالہ اہل سنت کی آواز)

(۲) مصر کے گورنر حضرت عمرابن عاص نے معاویہ بن خدیج کو فتح اسکندریہ کی خبر دینے کے لیے مدینہ فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بھیجا وہ پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا، سواری مسجد کے دروازے پر بٹھائی اور خود مسجد کے اندر چلے گئے، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک باندی آگئی کہ امیر المومنین طلب فرما رہے ہیں، خیر وخبر اور طعام وضیافت کے بعد حضرت عمر نے معاویہ سے پوچھا تم میرے پاس آنے کے بجائے مسجد میں کس خیال سے چلے گئے، انھوں نے عرض کیا: میں نے سوچا دوپہر کا وقت ہے امیر المومنین قیلولہ کر رہے ہوں گے، فرمایا: تم نے برا گمان کیا۔ سن لو اگر دن کو سوتا ہوں تو رعایا کا نقصان اور ان کی بربادی ہے اور اگر رات کو سوؤں تو میرا نقصان اور میری بربادی ہے، معاویہ! ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے سونا کیسا؟ (کنز العمال بحوالۂ سابق)

خلفائے راشدین نے منہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر اخلاق حسنہ یعنی عدل وانصاف، راست گوئی اور صبر وقناعت اور خدا خوفی اور ایثار و بخشش کی جو بساط بچھائی تھی اور جیسا سکون و قرار اپنے ملک کے باشندوں کو عطا کیا تھا کہ معاشرہ کا ہر طبقہ کھلی فضا میں آزادی کے ساتھ سکون کی سانس لیتا تھا، اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم پر کوئی ظلم، جفا ہوا تو ہماری فریاد سننے اور عدل کے لیے ایسے حاکم موجود ہیں جہاں کسی کے ساتھ ناانصافی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیا آج کسی بھی ملک میں کسی مظلوم کو یقینی بھروسہ ہوسکتا ہے کہ اسے انصاف ملے گا ہی، شاید نہیں! ہمارے اسلاف کا طریقہ کار ہمارے لئے نمونہ ہے اگر ہم ان کی سیرت وکردار کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں تو ہمیں کامیابی کی منزل تک پہنچنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

آئیے اب ہم ماضی قریب کی طرف جھانکیں، ہمیں ایسے اکابرین اور داعین کی لمبی فہرست مل جائے گی جو دین اسلام کے تئیں نہایت مخلص تھے اور اپنے فرائض منصبی کے ساتھ کبھی سمجھوتا نہیں کئے، ان کا طرۂ امتیاز تھا کہ اپنی قوم کے ساتھ جو ان کا پر خلوص رابطہ رہا وہاں کسی طرح کی کوتاہی سے بدگمانی کا موقع نہیں دیئے، حضور سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمہ جب کسی جلسہ کی دعوت قبول فرماتے تھے تو علالت طبع کے باوجود وعدہ وفا کرتے، حضرت مولانا محمد قمر الحسن بستوی مصباحی مضمون ''حافظ ملت ایک درویش کامل'' میں لکھتے ہیں:

"کہا جاتا ہے ہے کہ گورکھپور کے کسی جلسہ کی دعوت قبول فرمائی مگر وقت پر طبیعت علیل ہوگئی کہ سفر مشکل ہوگیا۔ لیکن جذبۂ صادق القولی کا مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آیا کہ بخار سے تپتا بدن بس کا دشوار گزار سفر تاہم شریک اجلاس ہوئے .... حالانکہ لوگوں نے منع کیا کہ حضور! بخار شدید ہے، سفر نقصان دہ ثابت ہو جائے گا، آرام فرمائیں: مگر جو جذبۂ صادق کے ساتھ خدمت خلق کی بے چینیاں رکھتے ہیں، ان کے راستوں میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی......................

آپ نے ارشاد فرمایا:............ہاں رک بقیہ ص ۱۴ر پر

اسلامیات

(از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

نعت، نعت گوئی کی روایت اور نعت گو شعرا

نعت رسول دراصل اصناف سخن کی وہ نازک صنف ہے جس میں طبع آزمائی کرتے وقت اقلیم سخن کے تاجدار حضرت مولانا جامؔی نے فرمایا ہے: ؎

لا یُمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یا

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اردو میں ''نعت'' ان اشعار کے لئے مخصوص ہے جو صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ممدوحہ میں کہے گئے ہوں، عربی میں اس کے لیے ''مدح'' کا لفظ مستعمل ہے۔ نظم اور نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ انبیا، اولیا یا عام انسان ہر ایک کی تعریف وستائش اس ضمن میں آتی ہے۔ کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو مدح کہتے ہیں اور اگر اس کے مرنے کے بعد اس کے اوصاف ومناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو مرثیہ کہتے ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ رسول انسان کامل ہیں۔ وہ بشری صفات کا نہایت اعلیٰ وارفع نمونہ ہیں۔ ان کی حیات طیبہ کی مثل اعلیٰ اور مکارم اخلاق اسوۂ حسنہ ہیں، اُن کی مدح وثنا خود قرآن کریم میں جا بجا مذکور ہے، قرآن کریم خود ان کے اخلاق اور سیرت طیبہ کا آئینہ ہے۔ ایسی عظیم المرتبت شخصیت کے اوصاف وکمالات، فضائل وشمائل کا بیان کرنا کسی معمولی کیا غیر معمولی انسان سے بھی ممکن نہیں۔ اسی لیے نعت میں مبالغہ اور غلو کی گنجائش ہرگز نہیں، البتہ غیر محتاط انداز بیان بے ادبی اور گستاخی کے ذیل میں آجاتا ہے۔

نعت گوئی یعنی رسالت مآب کی مدح کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی ہوگئی تھی بلکہ اللہ کے رسول نے کفار قریش کو ہرزہ سرائی کا جواب دینے کے لیے حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ کو جوابی اشعار لکھنے کا حکم دیا، جن کا مرکزی نقطہ مدح رسالت ہی ہوتا تھا۔ آپ نے بعض اوقات مسجد نبوی میں بیٹھ کر اشعار کی سماعت فرمائی اور اچھے اشعار پر اظہار پسندیدگی بھی فرمایا۔ بعض اشعار پر آپ نے اصلاح بھی فرمائی۔ یہ بھی رسم رہی ہے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والے کو بطور صلہ انعام واکرام سے بھی نوازتا بلکہ اہلِ دنیا کے لیے تو بیشتر مدحیہ قصیدے ''صلے کی تمنا'' میں ہی لکھے گئے ہیں۔ مدح رسول اور مدح شاہ میں بنیادی فرق بھی یہی ہے کہ رسول اللہ کے مدّاح کو دین ودنیا دونوں کی نعمتیں سرفراز کیا جاتا ہے جبکہ مدح شاہ میں دنیاوی انعام واکرام کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سب سے پہلے جس نے زبان کھولی وہ حضور کے مربی ومحسن عمؓ نامدار ابوطالب ہیں۔ سیرۃ النبی میں ابن ہشام نے ایک قصیدہ کے سات شعر نقل کیے ہیں جس میں ابوطالب نے پرجوش انداز میں نبی کریم کی مدح کی اور اپنے خاندان (بنو ہاشم) کی خصوصیات کا ذکر کیا۔ ابوطالب وہ پہلے شخص ہیں جن کی زبان سے سب سے پہلے آپ کے لیے مدحیہ اشعار نکلے۔ جن کو ہم سب سے پہلی نعت قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس قصیدہ سے پہلے کوئی کلام ایسا نہیں ملتا جس میں براہِ راست نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت یا مدح ہو، اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں: ؎

اذا اجتمعتْ یوماً قریشٌ لمفتخر
فعَبدُ منافِ سِرّھا وصمیمھا

وإن حصلت أشراف عبد منافها
وفی هاشم أشرافها وقديمها
وإن فخرت يوماً فإن محمداً
هو المصطفیٰ من سرّها وكريمها (1)

اس قصیدہ کے بقیہ چار اشعار کا رُخ اہل قریش کی طرف ہے: ؎

تداعت قريش غثّها وسمينُها
علينا، فلم تظفر وطاشت حلومها
وكنّا قديماً لا نقرّ ظلامة
إذا ما ثنوا صُعر الخدود نقيمها
ونحمي حماها كل يوم كريهةٍ
وَتضرب عن أحجارها من يرومها
بنا انتعش العود الذواء وإنما
بأكنافنا تندى وتنمى أرومها (2)

اس قصیدہ کے آخری شعر "بنات النعش العود الذوای" سے اردو کا یہ شعر لفظ و معنیٰ دونوں میں بہت قریب ہے: ؎

سرسبز ہو جو سبزہ ترا پائمال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدافعت میں جناب ابو طالب کے اور اشعار بھی ملتے ہیں، خاص طور سے ایک طویل قصیدہ جس کا مطلع ہے: ؎

وَلما رأيتُ القومَ لاودّ فيهم
وَقَدْ قطعوا كلّ العرىٰ والوسائل

(ترجمہ) جبکہ میں نے دیکھ لیا کہ لوگوں میں اُنس و محبت نہیں رہی اور تمام وسائل اور ہر کڑی توڑ چکے ہیں۔

یہ قصیدہ ۹۵ ر اشعار پر مشتمل ہے، نعت ایک اہم صنف ہے، نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز تو حضرت ابو طالب نے کیا بعد میں اصحاب رسول نے بھی نعت گوئی کا سلسلہ شروع کیا جس کی توثیق خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی، نعت گوئی کی روایت عہد صحابہ سے موجودہ عہد تک مسلسل قائم ہے، صرف تمام مسلم شعرا نے ہی نہیں بہت سے غیر مسلم شعرا نے بھی آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کا منظوم تذکرہ کر کے آپ فن کو اعتبار بخشا۔ (3)

شعرا نے ہر دور میں اور ہر زبان میں آپ کی شان میں اپنے اپنے انداز سے مدح و توصیف کا نذرانہ پیش کیا ہے اور ثنا خوان رسول کی مبارک فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے "شاعر رسول" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ؎

اَحسَنُ مِنکَ لم تَرَ قطّ عَینِی
اَجمَلُ مِنکَ لم تَلِدِ النِّسَاء
خُلِقتَ مُبرئاً مِنْ کُلِّ عَیب
کانّکَ قَدْ خُلِقتَ کَما تَشَاءُ

(یعنی یا رسول اللہ ﷺ! آپ سے زیادہ خوب رو میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور نا ہی آپ سے زیادہ صاحب جمال کو عورتوں نے کبھی جنا ہے۔ [دوسرا شعر] آپ ہر طرح کے عیوب و نقائص سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ اپنی حسب خواہش پیدا ہوئے ہیں)

اسی طرح سے ایک اور جلیل القدر صحابی حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک طویل قصیدے "قصیدۂ بردہ" کے صرف ایک شعر پر ہزاروں شعری مجموعے اور بیاضیں قربان کہ اس شعر پر نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنا پیراہن مبارک عطا فرما کر شاعر و شعر دونوں کو حیات جاوداں عطا فرما دی، یہ قصیدہ "قصیدۂ بردہ: بانت سُعاد" کے نام بھی جانا جاتا ہے اور اس کو (چادر والا قصیدہ) بھی کہا جاتا ہے، بردہ چادر کو کہتے ہیں، یہ چادر بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس ہزار درہم (دینار) کے بدلے میں ان سے لے لیا تھا اور اموی حکمراں اسے اپنی مسند نشینی کے وقت بطور تبرک پہنا کرتے تھے۔ بعد میں یہی مبارک چادر عثمانی خلفا تک پہنچی تھی۔

اس قصیدے کا ۵۳ رواں شعر جو نعت کی بہترین مثال ہے، ذیل میں وہ شعر درج کیا جا رہا ہے: ؎

اِنَّ الرَّسُولَ لَسَیفٌ یُستَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ (4)

(یعنی بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شمشیر ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، وہ شمشیر جو ہندی لوہے کی بنی ہوئی ہے، اللہ کی تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی ہے۔)

قصیدہ بردہ کے نام سے ایک دوسرا قصیدہ بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالی عنہ کو عالم رویا میں اپنی چادر مبارک سے نوازا تھا، اس لیے یہ قصیدہ بھی ''قصیدہ بردہ'' کہلایا جو سیکڑوں برس سے ہر خاص وعام کے زبان زد ہے، اس کی تاثیر اور کیف میں ہزاروں بار پڑھنے پر بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی، وہ قصیدہ اتنا مشہور ہوا کہ عربی، فارسی اور شعرا نے اس کی خوب تضمینیں کیں ہیں، مثال کے طور پر قصیدہ کا مطلع:ـ

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیرَانٍ بِذِی سَلَمٍ
مَزَجْتَ دمعاً جَرٰی مِنْ مُقْلَۃٍ بِدَمٍ

اَم ھبَّتِ الرِّیحُ مِنْ تِلْقَاءِ کَاظِمَۃٍ
وَاَوْمَضَ البرقُ فی الظَّلْمَاءِ مِنْ اَضَمٖ (5)

شاعر اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے: (۱) تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں! کیا ذوسلم کے پڑوسی یاد آرہے ہیں؟ (۲) یا کاظمہ کی جانب سے کوئی ہوا لی ہے، یا تاریکی میں اضم کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے۔)

مذکورہ بالا شعرائے رسول کے علاوہ بھی ایک لمبی فہرست ہے جن کے نعت کو خود رسول ﷺ نے سماعت فرمایا اور اظہار مسرت سے نعت گوئی کو تقدس و پاکیزگی عطا فرمادی، ان میں اعشیٰ، عبد اللہ بن رواحہ اور عبد اللہ بن مرد جیسے عظیم شعرا شامل ہیں، جن کے اشعار سیرت نبوی کی تمام معتبر کتابوں میں منقول ہیں۔

دیگر زبانوں کی طرح اردو شاعری کو بھی نعت گوئی میں ممتاز مقام حاصل ہے اور اردو شعرا نے اس صنف میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی ہے۔ دراصل نعت گوئی عشقِ رسول اور شوقِ مدینہ ہندوستانی شعرا کا محبوب موضوع رہا ہے اور فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں۔ (6)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اردو کے تمام قدیم اصناف کی ابتدا دکن میں ہوئی، اردو کی قدیم مثنویاں اس کی شاندار مثال ہیں، ان مثنویوں میں جا بجا نعت یا نعت گوئی کی کوئی نہ کوئی مثال مل ہی جاتی ہیں۔ نویں صدی سے لے کر گیارہویں صدی تک دکنی مثنویوں میں اردو نعت کا ایک شاندار ماضی ملتا ہے اور یہ سلسلہ دور قدیم سے دور جدید تک چلتا آرہا ہے، اردو ادب میں دکنی عہد کی قدیم ترین مثنویوں میں نعت گوئی کا رواج پایا جاتا ہے، نویں صدی ہجری/ پندرھویں صدی عیسویں میں فخر دین نظامی نے اپنی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' میں نعتیہ اشعار کہے ہیں، دسویں صدی ہجری، سولہویں صدی عیسوی میں گجرات کے مشہور صوفی شاعر خوب محمد چشتی نے ''خوب ترنگ'' اور اس کی شرح ''امواج خوبی'' تصنیف کی، اس کے بعد مثنویوں میں ''حمد'' کے ساتھ ساتھ ''نعت'' اور ''منقبت'' لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ گیارہویں صدی ہجری میں ملا وجہی اور ملا نصرتی کے علاوہ سبھی شعرا نے نعت نگاری پر قلم اٹھایا، یہ سلسلہ عہد قدیم سے انیسویں صدی کے اواخر تک جاری ہے اور تقریباً ہر شاعر نے چاہے وہ غزل گو رہا ہو چاہے مثنوی نگار، نعت گوئی کے دلکش نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ (7)

ویسے تو اردو میں باقاعدہ نعت گوئی کا آغاز سولھویں اور سترھیوں صدی میں ہوا جب اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان ''محمد قلی قطب'' شاہ (۱۵۶۵ء–۱۶۱۱) نے نعت کی مستقل حیثیت قائم کی۔ ان کے کلیات میں عید میلاد النبی پر چھ، بعثت نبی پر پانچ، شب معراج پر ایک نظم اور پانچ نعتیہ غزلیں اور نعتیہ رباعیاں ملتی ہیں، اٹھارویں صدی عیسوی میں ''ولی دکنی'' کا نعتیہ کلام اردو نعت کے ارتقائی سفر میں یک نئی منزل کی نشاندہی کرتا ہے، ولی کے معاصرین میں ''قاضی محمود بحری'' نے اپنی صوفیانیہ شاعری کی بدولت شہرت حاصل کی ہیں، خواجہ ''الطاف حسین حالی'' اردو شاعری کے دورِ جدید کے اہم نعت گو شاعر ہیں جن سے اردو میں نعت گوئی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ حالی کا نعتیہ کلام مقدار میں بہت کم ہے لیکن معیار میں بہت اعلیٰ وارفع ہے، بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری ''پرانی غزلوں کو چھوڑ کر ان کی شاعری

کا شاید ہی کوئی جز ہو جس میں آنحضرت کی سیرت اور پیغام کا عکس صاف نظر نہ آتا ہو۔‘‘ (8)

ان کے علاوہ جن شعرا نے اس فن میں طبع آزمائی کی یا کر رہے ہیں ان میں مشہور اور مقبول امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ مصطفیٰ رضا بریلوی، حضرت تاج الشریعہ اختر رضا بریلوی، مولانا جمیل الرحمن قادری، امیر مینائی، محسن کاکوروی، جگر مرادآبادی، اقبال سہیل، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، حمید صدیقی، نشور واحدی، ثانی حسنی، عامر عثمانی، تسنیم فاروقی، جلیل مانک پوری، رئیس نعمانی، سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی، امجد حیدرآبادی، ظفر علی خان علیگ، ہمسر قادری، مظفر وارثی، اعجاز رحمانی، ابو المجاہد، فضا ابن فیضی، ساجد صدیقی، تابش مہدی، افسر امروہوی، ابرار کرتپوری اور ڈاکٹر ماجد دیوبندی کا نام خاص طور سے لیا جا سکتا ہے، ماجد دیوبندی کا نعتیہ کلام ’’ذکر رسول ﷺ‘‘ ہر خاص وعام میں مقبول ہے، ان کے مشہور نعتیہ شعر: ؎

ذکر رسول کر نہیں سکتے زبان سے
توفیق جب تلک نہ ملے آسمان سے

کا اگر ماہر غزلیات جگر مرادآبادی کے مشہور نعتیہ شعر سے موازنہ کیا جائے تو کافی حد تک دونوں میں مطابقت نظر آتی ہے: ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
پیغام محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

نعتیہ شاعری میں نہ صرف شعر وسخن کی آزمائش ہوتی ہے بلکہ اس کسوٹی پر عقیدۂ توحید ورسالت اور عشق حقیقی کی پرکھ بھی بدرجۂ اتم ہوتی ہے، اس لیے ارباب سخن نعتیہ شاعری کو دو دھاری تلوار سے تشبیہ دیتے ہیں کہ اگر اس میں ذرا بھی ترمیم وتنسیخ یا افراط وتفریط کا شائبہ ہو گیا تو سامان بخشش بننے کے بجائے طوق کفر وضلالت بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے: ؎

میاں! یہ عشق ہے اور آگ کی قبیل سے ہے
کسی کو خاک بنائے، کسی کو زر کر دے

نعت گوئی میں نہ صرف زبان دیکھی جاتی ہے اور نہ بیان پر نظر جاتی ہے، نہ فنی نکات تلاش کئے جاتے ہیں، اس کی روح صرف اخلاص اور محبت رسول ﷺ ہے، اگر بات دل سے نکلی ہے تو دلوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور بارگاہ رسالت مآب میں وہ نذرانۂ عقیدت اور محبت قبول ہو جائے تو اشعار کو حیات جاویدانی نصیب ہو جاتی ہے، جیسے فارسی میں سعدی شیرازی، عبد الرحمان جامی، محمد جان قدسی وغیرہ کی بعض نعتیں اس کی شہادت دے رہی ہیں۔

حوالہ جات: (1) بحوالہ سیرۃ النبی ابن ہشام، ج ۱/ص ۱۵۶/طبع بیروت (2) بحوالہ سیرۃ النبی ابن ہشام، ج ۱/ص ۲۰۱/طبع بیروت (3) سعود عالم، قصیدہ بردہ کے اردو تراجم، تحقیق، تجزیہ: (بانت سعاد کے حوالے سے) کور پیج (4) سعود عالم، قصیدہ بردہ کے اردو تراجم، تحقیق، تجزیہ: (بانت سعاد کے حوالے سے) ص ۶۷ (5) ردائے رحمت، طبع شدہ، مکتبۂ فردوس، مکارم نگر، لکھنؤ، ص ۶۳ (6) کاروان مدینہ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوہ، لکھنؤ، ص ۱۷۶ (7) سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی اور قصیدہ بردہ: ایک تحقیقی مطالعہ، طباعت، انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، ص ۱۰ (8) اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۴۷۔

◆◆◆

ص ۶۴/ کا بقیہ..........

نہیں کہ حضور غوث پاک کی روح مبارک اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کوئی خدمت بجالائی، اس روایت کی سند ہمارے سامنے نہیں کہ اس کی کوئی تنقید کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی بحر العلوم, جلد,6: صفحہ178)

◆◆◆

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔

برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔

مزید معلومات کیلئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

از: محمد طاہر القادری کلیم فیضی بستوی*

مسلمانو! اپنے بچوں کو پہلے دین پڑھاؤ

احوال قوم وملت

اس دور کے مسلمانوں کی ذہنیت پر ماتم ہے کہ وہ اپنے "کم سن کوتاہ شعور اور چھوٹے بچوں کا ہوش سنبھالتے ہی" انگلش میڈیم اسکول میں خطیر رقمیں دے کر ایڈمیشن کروا دیتے ہیں اور لمبی لمبی فیس بھی ادا کرتے ہیں لیکن ان کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی اور وہ بڑے ہی شوق سے ہندی و انگلش پڑھواتے ہیں، بعض لوگ تو" ناظرہ قرآن پاک" ٹیوشن کے ذریعے کسی طرح پڑھوا دیتے ہیں مگر اس میں وہ بات کہاں جو مدارس دینیہ کے پڑھنے میں ہوتی ہے، مسلمان ہیں اس لئے کم سن و نوعمر بچوں کی زبان پر پہلے" بسم اللہ الرحمن الرحیم ادا ہونا چاہئے، تاکہ انہیں" اللہ رب العزت کے نام پاک کی برکتیں حاصل ہوں اور ضرورت کی حد تک پہلے بچوں کو دینی معلومات کرائی جائے اور مذہبی تعلیم دلا دی جائے پھر دنیا کی تعلیم کی طرف توجہ کریں، دور حاضر میں اکثر لوگوں کے اندر اپنی مذہبی تعلیم نہ ہونے کے سبب وہ گمراہیت کے دلدل میں پھنس رہے ہیں اور گناہ کے کام سے بچ نہیں پاتے ہیں" ڈاکٹر، انجینئر، ایڈوکیٹ وغیرہ تو بن جاتے ہیں لیکن دینی معلومات سے بالکل بے بہرہ رہتے ہیں" جبکہ مسلمان صرف دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے بلکہ اس کے لئے" جنت الفردوس اور اس کی بے نظیر بہاریں نعمتیں اور آرام و آسائش ہیں، جس کے حصول کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیم ضروری ہے تاکہ ہر مسلمان اپنے رب کو پہچانے اور اس کی عبادت و بندگی کر کے اپنی عظمت و جلالت کا چراغ روشن و منور کرے اور مسائل فقہ میں عبور حاصل کرے تاکہ جائز و ناجائز میں امتیاز کر سکے۔

حقوق اللہ و حقوق العباد کیا ہے اس کا بھی شعور جاگ اٹھے، یہود و نصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن عناصر تو اس بات کے لئے ہمہ دم کوشاں و سرگرداں ہیں ہی کہ مسلم بچے اپنی مذہبی تعلیم سے دور رہیں تاکہ ان کو آسانی سے گمراہ کیا جا سکے، اس لئے فقیر تمام مسلمانان اہل سنت سے مخلصانہ گزارش کرتا ہے کہ چاہے دوسری تعلیم دلائیں یا نہ دلائیں مگر اپنے لالوں کو مذہبی تعلیم سے ضرور آراستہ و پیراستہ کریں اور ان کی دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دیں، مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے ہی آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ" طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔ علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

اس لئے یہ فرض کسی بھی طرح قضا نہیں ہونا چاہئے، آج میں دیکھتا ہوں کہ" مدارس میں مذہبی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہونے کے باوجود پڑھنے والے بچوں کی تعداد کم اور اقل قلیل ہے اور اگر پڑھنے کے لئے کچھ بچے جاتے بھی ہیں تو مشکل سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے کیونکہ انہیں اپنے وقت پر ہندی و انگلش اسکولوں میں جانا رہتا ہے، بچوں کی مذہبی تعلیم نہ ہو پانے کے لئے ماں باپ ہی زیادہ قصوروار ہیں، اس لئے اپنے ذوق اور مزاج پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور بچوں کو دینی تعلیم دلانے کا مزاج بنانا چاہئے آج کل کا معاملہ یہ ہے کہ مسلمان دنیاوی تعلیم کو فوقیت دے رہا ہے اور اپنی مذہبی تعلیم جو لازم و ضروری ہے، اس کو مؤخر کرتا ہے، جو انتہائی تشویشناک ہے۔

اے کاش کہ مسلمان دینی تعلیم کی اہمیت سمجھتے اور اپنے نونہالوں کو پہلے مذہبی تعلیم دلاتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اولاد جب مذہبی تعلیم سے آراستہ ہو جاتی ہے تو ان کے والدین کے لئے ثواب جاریہ ہوتا ہے اور اولاد جب بھی کوئی نیک عمل، یا روزہ و نماز ادا کرے گی تو والدین کو بھی اس کے عمل کا ثواب ملتا رہے گا۔ ◆

* مضمون نگار مدرسہ انوار الاسلام سکندر پور بستی یوپی کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

از: مفتی جمیل احمد قادری *

رنگ اختلاف

احوال قوم وملت

قدرت کی انوکھی کاریگری کا ایک نمایاں وصف یہ بھی ہے کہ اس کی مخلوق کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ خود انسان اپنی شناخت، رنگ، نقوش، آواز، بلکہ ہر ہر عضو میں ایک دوسرے سے ممتاز ہے اور مزے کی بات یہ کہ ظاہر کی طرح باطن یعنی عقل وفکر و دانائی میں بھی الگ الگ۔

اسی فکری تنوع نے اختلاف رائے کو جنم دیا، اختلاف اگر دینی مسائل میں ہو تو محمود اور مفید ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

"اختلاف امتی رحمۃ۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔"

صحابہ اور اکابرین دین کا اجتہادی مسائل میں اختلاف، اسی رحمت کا حصہ ہے۔ شوہر اگر لاپتہ ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی عمر 80 ربرس تک پہنچنے تک عورت انتظار کرے گی، دوسری شادی نہیں کر سکتی، پھر قاضی اسے مردہ قرار دے کر فسخ نکاح کی سند فراہم کرے گا، جبکہ امام مالک کے نزدیک قاضی کے یہاں مقدمہ دائر ہونے کے چار سال بعد ہی شوہر کو مفقود مان کر فسخ نکاح کا عمل وجود میں آجاتا ہے اور پھر اس لاپتہ شوہر کی بیوی عدت گزار کر اپنا دوسرا نکاح کرنے کی مجاز ہو جاتی ہے۔

چونکہ احناف کے یہاں ضرورتاً کسی دوسرے امام کے قول پر عمل جائز ہے۔ اس لیے فسخ نکاح کے باب میں علی العموم قول مالک پر عمل ہوتا ہے اور مفقود الخبر کی زوجہ (یعنی جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو) چار سال میں ہی شرعی طور پر نکاح ثانی کی حقدار ہو جاتی ہے، غور کریں کہ ائمہ امت کا اختلاف، عامہ امت کے لیے کتنا مفید اور کارگر ثابت ہوا؟

اختلاف کا یہ خوشنما کارواں صدیوں سے چلتا ہوا ہم تک پہنچا، آج ہم بھی اختلاف کرتے ہیں، مگر ہمارا اختلاف شرعی اور علمی حدوں سے گزر کر عزت وآبرو کو داغدار کرنے لگتا ہے، شمس العلوم گھوسی کے پرنسپل، ممتاز العلماء علامہ ممتاز عالم اشرفی، میرے کرم فرما اساتذہ میں سے ہیں، آج بھی جب کہیں پھنستا ہوں تو براہِ موبائل "المدد یا استاد" کی فریاد لگاتا ہوں اور حضرت والا گھوسی رہیں یا اپنے گھر سہرسہ! وہیں سے مشکل کشائی فرماتے ہیں، حضرت کی ذات اہل سنت کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ ملک کی گنی چنی شخصیات میں سے ہیں۔ ایک دن میں نے عرض کیا:

" حضرت! آج سوشل میڈیا پر خواندہ اور ناخواندہ ہر قسم کے افراد منہ کھولے بیٹھے ہیں۔ ہر شخص اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے، کسی شرعی مسئلے پر اتنی رائیں سامنے آتی ہیں، کہ نوآموز، علما طے نہیں کر پاتے کہ کون قابل عمل ہے اور کون ناقابل اعتبار؟ ایسے میں آپ اگر کچھ بیان فرما دیا کریں، تو بیشتر مسائل میں آپ کا ارشاد، قول فیصل ثابت ہوگا، میری بات سن کر حضرت کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا: مجھے اس بھیڑ سے معذور ہی رکھیں، میں حالات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

حضرت کے مختصر جملے کا مطلب میں نے یہی سمجھا، کہ آج کے لوگوں کا جو رویہ ہے" ڈھاک کے تین پات" کہ شخصیتوں کو دیکھتے نہیں، سب کو اپنے جیسا ہی سمجھتے ہیں اور جو منہ میں آتا ہے، بول جاتے ہیں، اس لیے ممتاز العلماء اس سے کنارہ کش ہیں، لہٰذا میں نے پھر ہمت جٹائی اور عرض کیا: جی! ایسا تو ہوتا ہے، کمنٹ میں لوگ سراہتے بھی ہیں اور کچھ جاہل قسم کے افراد برا بھلا بھی بولتے ہیں۔ اتنا تو ہوگا، ہمارے ساتھ بھی ہوتا ہے۔"

اس پر حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ" آپ گرم چشیدہ ہیں"

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

میں سمجھ گیا، کہ ایک عزت دار اور باوقار شخص کے لیے آج کے میڈیائی میدان میں علمی اور تحقیقی کام کرنا" اوکھل میں سر دینے" کی طرح ہے اور ہر فرد اس کا متحمل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی موجودہ مقتدر شخصیات، جہاں کہیں بھی ہیں، گم گشتہ حال اور گوشہ نشین ہیں، سوشل میڈیا پر شاذونادر ہی کبھی کوئی بیان یا اعلان ان کی طرف سے آتا ہے، ورنہ آج کی گہا گہمی اور خودنمائی کی گرم بازاری میں کون پیچھے رہنا چاہتا ہے؟ ع

کسے اس انجمن میں یاد خلوت خانہ آتا ہے

پندرہ بیس سال پہلے تک جو علمی اختلافات ہوتے، ان کا ایک معیار ہوتا تھا، جو اہل ہوتے، وہی میدان میں آتے، بقیہ لوگ تماشائی بنے دیکھتے اور سنتے رہتے، پھر ان اہلوں کے لیے کچھ پابندیاں ہوتی تھیں، کسی کا رد یا جواب پیش کرنا ہے تو کتاب لکھ کر کرو ورنہ کوئی کتابچہ نکالو، اتنا بھی نہیں کرسکتے، تو کسی رسالے یا اخبار میں اپنا تردیدی مضمون شائع کراؤ وہ بھی نہیں کرسکتے تو ایک پوسٹر نکالو اگر اس کی بھی صلاحیت نہیں تو اپنی باتیں کاغذ پر لکھ کر ڈاک یا کسی کے ہاتھ سے مقابل تک پہنچاؤ یا پھر جلسہ کرا کر تقریر کے ذریعہ زبانی تردید کراؤ، اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

آپ سوچ سکتے ہیں، کہ ایسے کاموں کے لیے کیسے افراد کی ضرورت تھی؟ مگر آج وہ لوگ بھی جنھیں ٹھیک سے اردو میں لکھنا اور پڑھنا تک نہیں آتا، کسی کے بھی خلاف بول پڑتے ہیں، سیاسی، سماجی یا معاشی مسئلہ ہو تو کہیں، یہاں شرعی اور بعض دفعہ اعتقادی مسئلہ بھی ہوتا ہے تو لوگ اپنی رائے اور پسند ظاہر کیے بغیر نہیں رہتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پاکستانی مرزا کا میں نے رد کیا تھا۔ انجینئر مرزا نے امام اہل سنت کے اس قول پر اعتراض کیا تھا، کہ" شمالی ہوا بانجھ ہے، اس سے پانی نہیں برستا" میں نے جو جواب دینا تھا، دیا، پھر میرے کمنٹ میں ایک صاحب نے لکھا کہ" شمالی ہوا بانجھ کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ کوئی عورت ہے؟" میں نے اپنا سر پیٹ لیا، کہ یا اللہ! ایسے ایسے بھی نمونے اس دھرتی پر موجود ہیں اور اگر ہیں بھی، تو کیا ان کا منہ کھولنا ضروری ہے؟

بانجھ ہونے کے لیے عورت ہونا کب ضروری ہے، جانور بھی بانجھ ہوتے ہیں، پیڑ پودے بانجھ ہوتے ہیں، ہر چیز بانجھ ہوتی ہے، جو بے فائدہ اور بے ثمر ہو۔ ؎

سو دا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے سے

مختصر یہ کہ اختلاف برا نہیں، طرز اختلاف اور رنگ اختلاف اچھا ہونا چاہیے۔

◆◆◆

ص ۵۳ رکا بقیہ..........................

بے پناہ آپ کے ہیں احسانات
ساری دنیا پہ کل زمانے پر
دل کو کیف و سرور ملتا ہے
عشقِ آقا میں دل جلانے پر
آج بھی میرے آقا ہیں مامور
رب کی نعمت سدا لٹانے پر
کس کی آمد ہے بزمِ امکاں میں
وجد طاری ہے خود ترانے پر
اپنے احمدؔ پہ ہو نگاہِ کرم
تیر اعدا کے ہیں نشانے پر

ص ۵۳ رکا بقیہ..........................

اترے گا خوب مجھ پہ شہا نورِ التفات
جود و عطا کے آج میں غارِ حرا میں ہوں
خاکی! یہ پاک طینتِ عثماں کا فیض ہے
ملبوس جو لبادۂ شرم و حیا میں ہوں

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

احوال وطن

(از: پرویز عالم*)

مذہبی مقامات کی دستوری حیثیت

سلطان الہند کا آستانہ ہمارے وطن کی شان ہے

اس وقت ملکی سطح پہ عام لوگوں کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان میں سب سے اہم بے روزگاری اور کمر توڑ مہنگائی ہے لیکن نیوز چینلز اور سوشل میڈیا پہ نہ تو ان بنیادی اور اساسی مسائل کا ذکر و تذکرہ ہے نہ ہی مباحثہ و مذاکرہ اگر شور سنائی دیتا ہے تو صرف قومی منافرت کی چنگاری کو شعلہ بنانے والے موضوعات پہ گرما گرم بحث و مباحثے، مذاکرے و مناظرے کا یوں لگتا ہے کہ ملک کی ترقی اور خوشحالی کی اصل اساس و بنیاد انہی چیزوں پہ ہے در اصل حکومت کی ناقص کارکردگی پہ ملکی سطح پہ پھیلی ہوئی عوامی ناراضگی اور اپنے رپورٹ کارڈ پہ ردعمل کا رخ موڑنے کے لیے یہ شاطر دماغ عناصر کی ایک حکمت عملی ہے آج حال یہ ہے کہ عام آدمی کی زندگی اس کے ناتواں و کمزور کاندھوں پہ دن بدن بوجھ بنتی جا رہی ہے پڑھے لکھے نوجوانوں کا مستقبل تاریکیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے ان جبری مسائل سے عوامی توجہات ہٹانے کے لیے ہر آنے والے دن ایک نیا شوشہ چھوڑ کر یہ سیاسی کرتب باز آرام کی نیند سونے چلے جاتے ہیں ناسمجھ عوام ان مسائل میں الجھ کر اپنے اصل دکھ درد بھول جاتے ہیں جھوٹ، پروپیگنڈے اور غلط دستاویزات کی اساس و بنیاد پہ تحریر کی جانے والی سیتا رام گوئل، ارون شوری، ہرش نارائن، جئے دوباش اور ہرش نارائن سوروپ کی مشترکہ کاوشوں سے دو حصوں میں ترتیب دی گئی کتاب Hindu temples what happened to them (ہندو مندروں کا کیا ہوا) ہے جس میں ہندستان کے مختلف مقامات پہ تقریباً دو ہزار مساجد و مزارات اور درگاہیں ان کے نشانے پہ ہیں، سنبھل کی شاہی مسجد کے سروے کے نام پہ جو شیطانی کھیل کھیلا گیا وہ بھی منصوبہ بند تھا اس کے بعد بدایوں شریف کی تاریخی شاہی جامع مسجد پہ نیل کنٹھ مندر ہونے کی درخواست کورٹ میں دائر کی گئی اور پھر اس کے بعد ہندستان کی مرکزی درگاہ اجمیر معلیٰ پہ ہندو سینا کے قومی صدر کی جانب سے ایک درخواست داخل کی گئی جس میں اس بابرکات درگاہ کے تعلق سے سنکٹ موچن مہادیو مندر ہونے کا دعویٰ پیش کیا گیا ہے، بدھ کے دن مقامی عدالت نے قابل سماعت تسلیم کرتے ہوئے اس ضمن میں اجمیر شریف کی درگاہ کمیٹی، وزارت اقلیت اور محکمۂ آثارِ قدیمہ تینوں کو نوٹس بھیج دی ہے گویا اب اس بات کی جانچ ہوگی کہ اجمیر شریف کی درگاہ کے نیچے شیو مندر ہے یا نہیں اور ایک مرتبہ پھر تحفظ عبادت گاہ قانون کی دھجیاں اڑائی جائیں گی۔

حقیقت بیان غیر جانبدار اور معروف صحافی ابھیشا رشرما کے بقول ان تمام معاملات میں صرف ایک شخص کے ماتھے پہ ٹھیکرا پھوڑا جا سکتا ہے اور وہ نام ہے سابق چیف جسٹس آف انڈیا ڈیوای چندرا چوڑ کا جنہوں نے گیان واپی مسجد معاملے میں سروے کی اجازت دے کر اس قسم کی نفرتی ذہنیت رکھنے والوں کے لیے راہ ہموار کر دی وہ کہتے ہیں کہ "اس کے بعد تو ایک طوفان سا آ گیا ملک کی تمام مسجدوں کے نیچے مندروں کو تلاش کرنے، شیولنگ تلاش کرنے کی مہم تیز سے تیز تر ہو گئی" وہ کہتے ہیں کہ "اس میں شراکت کسی اور کی نہیں ہماری عدالتوں کی ہے اور اس میں مثال کسی اور نے نہیں قائم کی ہے چیف جسٹس آف انڈیا ڈیوای چندرا چوڑ نے قائم کی ہے" رام جنم بھومی کے مقدمے کا فیصلہ جس پانچ رکنی بنچ نے صادر کیا تھا اس نے اپنے فیصلے کے متن میں اس بات کی صاف وضاحت کر دی تھی کہ تحفظ عبادت گاہ قانون 1991ء رام مندر پہ لاگو نہیں ہوگا لیکن باقی ملک کے تمام مذہبی مقامات پہ اس کی بالادستی قائم رہے گی اور یہ دستور ہند کی بنیادی اسپرٹ کے مطابق ہے۔

* مضمون نگار روزنامہ قومی تنظیم لکھنؤ کے یونٹ ہیڈ ہیں۔

احساسِ وطن

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس پانچ رکنی بنچ کے معزز ممبران کی فہرست کا ایک اہم نام جناب ڈیوای چندراچوڑ کا بھی ہے، 1991ء میں تحفظ عبادت گاہ قانون پارلیمنٹ سے منظور شدہ قانون ہے اس قانون کے تحت تمام مذہبی مقامات کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی اور اس میں اس امر کی وضاحت بھی کردی گئی تھی کہ 1947ء میں عبادت گاہیں جس طرح تھیں انہیں ان کی حالت میں بحال رکھا جائے گا اس قانون کی مخالفت کرنے والوں کے لیے تین سال کی سزا اور جرمانہ بھی مقرر کردیا گیا ہے، مشہور صحافی رجت شرما جو برسراقدار جماعت کے زبردست حمایتی ہیں انہوں نے اس سلسلے میں باقاعدہ ایک پروگرام کیا تھا جس میں انہوں نے سنبھل کی تاریخی شاہی مسجد کے معاملے میں جج ادیتیہ سنگھ نے جو فیصلہ لیا اس پہ تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ "سنبھل میں مندر کے نام پہ جو کچھ ہوا اور جس طریقے سے ہوا وہ انتہائی افسوسناک ہے کورٹ نے دوسرے فریق کو سنے بغیر درخواست منظور کرلی اور سروے کا حکم دے دیا دو گھنٹے میں سروے شروع بھی ہوگیا اور رپورٹ بھی بن گئی اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت تھی اس سے بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے اگر کسی کو دعویٰ کرنا بھی ہے تو اصولی طریقے سے کرے کورٹ میں دونوں فریقوں کو سنا جائے لیکن ایسا نہیں ہوسکا" وہ اس ضمن میں اپنے انسانی دکھ درد کا اظہار کرتے ہوئے اور ایک وطن دوست ہندستانی کی حیثیت سے ملک کی سلامتی اور نفرتوں کی چلائی جانے والی منظم آندھی سے ملک کے خوشگوار مستقبل سے مایوس دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں "جب رام مندر پہ سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا تھا تو لگا تھا کہ اب ایسے اختلافات کھڑے نہیں ہوں گے لیکن کچھ لوگ ہیں کہ مانتے نہیں اسی لیے میں نے آپ کو موہن بھاگوت کا وہ پرانا بیان سنوایا جس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہر مسجد کے نیچے شیولنگ تلاش کرنا ٹھیک نہیں ہے" رجت شرما بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ "یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر مسجد کو مندر کہنا ہر جگہ اختلاف کھڑا کرنا سماج کے لیے اچھا نہیں ہے" اجمیر شریف درگاہ کی آٹھ سو سال قدیم پرانی ناقابل تردید تاریخ ہے سن 1950ء میں جسٹس غلام حسن کمیٹی نے اسے کلین چٹ دے دی ہے، اس کے تحت درگاہ کی ایک ایک عمارت کی جانچ کی جاچکی ہے۔

اس درگاہ کے تعلق سے 800 سال قدیم تاریخ ہے عدالتی فیصلوں کے دستاویزات ہیں اس کے باوجود اس سے چھیڑ چھاڑ اچھی ذہنیت اور مثبت فکر کی عکاسی نہیں کررہی ہے، ہم ملک میں چاہتے کیا ہیں؟ کیا سنبھل جیسا حادثہ ملک کے دیگر مقامات پہ بھی رونما ہو؟ کیا ہم ہر جگہ وہی تناؤ چاہتے ہیں؟ وہی انتشار وہی اختلاف کی بھٹی میں سلگتا ہوا سماج دیکھنا چاہتے ہیں؟ کیا ملک کی ترقی اور خوشحالی کے یہی راستے باقی بچے رہ گئے ہیں؟ کیا وطن کے باشندوں کے لیے امن وسکون کی جگہ اسی طرح کے حالات کا منظرنامہ بنانے کی ضرورت ہے؟ کیا نوکری اور روزگار کے لیے نئی نسلوں کا بہتر اور شاندار مستقبل اسی میں پوشیدہ ہے؟ کیا مذہبی تنازعات میں لوگوں کی تمام ذہنی وفکری صلاحیتوں اور توانائیوں کو ہم صرف کرنا چاہتے ہیں؟ ہم اپنی نئی نسلوں کو نفرتوں کی آگ میں جھلستا ہوا تاریک مستقبل حوالے کرنا چاہتے ہیں؟

یہ وہ موضوعات ہیں جن پہ سوشل میڈیا پہ مذاکرات ومباحثات کی اشد ضرورت ہے، خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت سیدنا معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاتفریق مذہب وملت مرکز عقیدت تھے اور رہیں گے لیکن یہ باتیں چند مٹھی بھر نفرت کا کاروبار پھیلانے والے اور سستی شہرت کے حصول کے طالب افراد کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے، چنانچہ وہ اس سلسلے میں طرح طرح کے شیطانی کھیل کھیلنے میں مصروف عمل ہوچکے ہیں، سلطان الہند کا آستانہ ہمارے وطن کی شان ہے اور اس کی عزت وآبرو سے کھیلنے کی اجازت قطعی نہیں دی جائے گی ہم یہ جنگ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔

چند ملک دشمن عناصر جن کا اخلاقی ریکارڈ خراب ہے وہ مقامی کورٹ میں اس قسم کا شوشہ چھوڑتے ہوئے ایک درخواست دیتے ہیں اور یہ ضلعی کورٹ اس پہ مکمل سنجیدہ ذہنی بقیہ ص ۱۴ پر

از: حافظ افتخار احمد قادری*

ہندوستان میں مذہبی منافرت کی آگ بھڑکائی جارہی ہے

احوال وطن

ہندوستان میں ان دنوں نفرت کے پجاری جگہ جگہ مندروں کی تلاش میں سرگرداں ہیں، سنبھل ابھی سنبھل نہیں پایا اور معاملہ بدایوں، دہلی ہوتا ہوا سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ گیا۔ عالمی سطح پر معروف دنیا بھر کے کروڑوں عقیدت مندوں کی عقیدت کا مرکز بارگاہِ خواجہ غریب نواز اب مسلم دشمن بھگوا ٹولہ کے نشانہ پر ہے، مسلمان اپنے مذہبی مقامات سے کسی صورت دستبردار نہیں ہو سکتے مگر سوال یہ ہے کہ آخر یہ مذموم سلسلہ کس لئے شروع کیا گیا اور اس کا دار کون ہے؟

ابھی حال ہی میں مسلم مخالف راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ ہر مسجد اور مسلم مقدس مقامات کے نیچے مندر تلاش نہیں کرنے چاہئیں، بھاگوت کے واضح موقف کے باوجود بی جے پی قیادت والی ریاستوں میں اسی بہانے مذہبی منافرت اور قتل وخون کی آگ دہکائی جارہی ہے، کیا زعفرانی تنظیمیں بھاگوت کی اس تجویز کو تسلیم نہیں کر رہی ہیں یا پھر بھاگوت کے قول وفعل میں تضاد ہے؟ ملک کی متعدد ریاستوں میں مسجد مخالف مہم کے لئے جہاں فرقہ پرست و مسلم دشمن تنظیمیں ذمہ دار ہیں جو گمراہ کن اور جھوٹے دعوے کرتے ہوئے مذہبی منافرت کی آگ بھڑکا رہی ہیں وہیں اس سے کہیں زیادہ سابق چیف جسٹس آف انڈیا ڈی وائی چندر چوڑ بھی ہیں جنہوں نے تحفظ عبادتگاہ قانون 1991ء کو نظر انداز کرتے ہوئے گیان واپی مسجد کے خلاف دائر درخواست کو سماعت کے لئے قبول کرتے ہوئے فرقہ پرستوں کو قانونی شکنجہ سے آزاد کر دیا۔

1991ء ایکٹ اسی لئے بنایا گیا تھا کہ بابری مسجد کے بعد کسی اور مسجد، درگاہ، خانقاہ یا کسی عبادت گاہ کو کوئی چیلنج نہ کر سکے، جب گیان واپی مسجد کا مسئلہ سپریم کورٹ پہنچا تو اس وقت کے چیف جسٹس چندر چاہتے تو 1991ء ایکٹ کے تحت اس عرضی کو مسترد کر سکتے تھے، لیکن اُنہوں نے عرضی سماعت کے لئے قبول کرلی، یہیں سے سنگھ و بھاجپا لیڈران اور مسلم دشمن طاقتوں کے حوصلے بلند ہوئے اور پورے ملک میں زعفرانی ٹولہ کو شر انگیزی، مسلم دشمنی اور اشتعال انگیزی کا موقع مل گیا جس کے ذریعے فرقہ پرستی و مذہبی عصبیت کا زہر بڑی تیزی سے پھیلایا جارہا ہے۔ یہ رجحان ملک کے لئے خطرناک ہے لیکن عواقب و نتائج کی پرواہ کئے بغیر ملک کو اس راہ پر گامزن کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جہاں سے واپسی آسان نہیں ہوگی۔

فرقہ پرستی و مذہبی عصبیت کا زہر کہاں تک سرایت کر چکا ہے اس کا اندازہ الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شیکھر کمار یادو کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ملک اکثریت کی خواہش کے مطابق چلے گا، انہیں یہ کہتے ہوئے کوئی عار تک محسوس نہیں ہوئی، اگر آئین کے محافظ اور عدل وانصاف کی فراہمی پر مامور اعلیٰ عدالت کا جج بھی اصول وضوابط اور ضابطہ اخلاق کو نظر انداز کرتے ہوئے برسرعام اپنی تنگ نظری وفرقہ پرستی کو بڑی بے شرمی وڈھٹائی کے ساتھ درست قرار دینے کی کوشش کرے تو اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ملک کے اقلیتی، مظلوم اور انصاف سے محروم طبقات اس امید پر عدلیہ کے دروازے پر دستک دیتے ہیں کہ انہیں یہاں سے انصاف ملے گا، عدلیہ ان کے جمہوری، آئینی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کرے گی۔ عدلیہ پر عوامی اعتماد ہمیشہ برقرار رہا لیکن حالیہ کچھ عرصہ کے دوران نظام عدل بھی سنگھ پریوار کی چیرہ دستی کا شکار ہورہا ہے۔

ملک کی کئی عدالتوں میں انصاف کی فراہمی پر مامور ججس

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

علی الاعلان مذہبی عصبیت کا بدترین مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ابھی کچھ ماہ قبل کرناٹک ہائی کورٹ کے جج نے بنگلور کے مسلم اکثریت علاقہ کو پاکستانی علاقہ قرار دیتے ہوئے مسلمان کو معتوب و مطعون کرنے کی کوشش کی تھی۔ جج کے اس ناقابل تبصرہ پر سپریم کورٹ نے جب سخت موقف اختیار کیا تو جج نے معذرت کر لی، اب الہ آباد ہائی کورٹ کے جج نے مسلمانوں کے خلاف زہرافشانی اور بدزبانی کی۔ یہ قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے جج شیکھر کمار یادو مسلمانوں سے کس قدر بغض وعناد رکھتے ہیں یہ ان کی بازاری زبان اور لب ولہجہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرقہ پرست غنڈوں اور مجرمانہ ذہنیت کے حامل سماج دشمن عناصر کی طرح مسلمانوں کو ملا کہتے ہوئے دھمکی تک دے ڈالی کہ ہندوؤں کے عدم تشدد اور مہربانی کو بزدلی یا کمزوری نہیں سمجھنا چاہئے۔

راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کی سخت گیر و مسلم دشمن تنظیم وشو ہندو پریشد کا قانونی سیل وقتاً فوقتاً ایسی تقاریب منعقد کر رہا ہے۔ ان تقاریب میں قانونی ماہرین کو مدعو کر کے مختلف موضوعات پر ان کی رائے اور نظریہ سے نہ صرف واقفیت حاصل کی جارہی ہے بلکہ اسے عام کرتے ہوئے ایک مخصوص ایجنڈہ پر عمل درآمد کی مذموم کوششیں کی جارہی ہیں۔ وی ایچ پی کی ایسی ہی ایک تقریب میں جسٹس شیکھر کمار یادو نے ایک حساس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے مسلمانوں کو نشانہ بنایا۔ جسٹس یادو نے یکساں سول کوڈ ایک آئینی ضرورت کے موضوع پر بات کرتے ہوئے اسے ملک کے لئے ضروری قرار دیا۔ موضوع کے انتخاب سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد مسلمانوں کو ہی نشانہ بنانا تھا۔ یکساں سول کوڈ کا شوشہ صرف اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مسلمانان ہند اس کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ اس ملک کا فرقہ پرست مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کرنا چاہتا ہے۔ جسٹس یادو نے مسلمانوں کے لئے توہین آمیز اصطلاح استعمال کرتے ہوئے انہیں ملک کے لئے نقصاندہ قرار دیا۔ مسلمان اس مسلم دشمن جج سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ بتائے کہ کس مسلمان نے کب اور کیسے ملک کو نقصان پہنچایا؟ کٹر فرقہ پرست و مسلم دشمن عناصر کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے کہ مسلمان ملک دشمن ہیں۔

سپریم کورٹ نے بابری مسجد کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے مسلمانوں کو واضح طور پر یہ پیغام پہنچایا تھا کہ اب ملک کی سب سے بڑی عدالت بھی آئین وقانون کے بجائے آستھا کی بنیاد پر فیصلہ کرے گی اور یہ بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ صرف اکثریتی طبقہ کی آستھا کے لئے ہی آئین و دستور اور عدل وانصاف کا خون کیا جائے گا۔ کسی اقلیتی طبقہ کے مذہبی عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ گمان غالب ہے کہ سپریم کورٹ کے اسی فیصلہ کے بعد جسٹس شیکھر کمار یادو نے جسارت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ ہندوستان ہے اور یہاں کی اکثریت کی مرضی کے مطابق ہی یہ ملک چلے گا۔ جسٹس شیکھر یادو نے یکساں سول کوڈ کے بہانے مسلمانوں کے شرعی معاملات کو بھی ہدف تنقید بنایا، طلاق ثلاثہ، تعدادازدواج، حلالہ اور مطلقہ کو نان نفقہ جیسے خالص شرعی معاملات کے بہانے مسلمانوں کے خلاف زہرافشانی کی، جسٹس شیکھر کمار نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ یہ ملک ایک دن یکساں سول کوڈ نافذ کرے گا۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایسی اشتعال انگیز زہرافشانی کی مخالفت ومذمت ہی کی جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ جب ججز کے لئے ایک ضابطہ اخلاق ہے، عوامی تقاریب میں شرکت اور بہت زیادہ عوامی میل جول پر بھی کسی قدر پابندی ہے، خدمات کی انجام دہی تک انہیں کچھ اصول وضوابط پر مکمل عمل کرنا ہے تو پھر جسٹس شیکھر کمار یادو ایک سخت گیر مسلم دشمن تنظیم کے اجلاس میں کیسے شریک ہوئے؟ یہ ایک آئینی عہدہ ہے اور جو اس عہدہ پر رہتے ہوئے آئین و دستور کو ٹھوکر پر رکھتا ہے اس کے خلاف سپریم کورٹ کو سخت کارروائی کرنی چاہئے۔ سپریم کورٹ ازخود نوٹس لے تاکہ ملک کے اقلیتی طبقات کا عدلیہ پر اعتماد بحال ہو سکے۔ اگر بھارت کی عدالت کے جج صاحبان چاہیں تو ملک میں فرقہ پرست عناصر کی ہمت نہیں کہ وہ کسی مسجد کے نیچے مندر ہونے کا دعویٰ بھی کر سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ اب دہلی کی شاہ جہانی جامع مسجد کو بھی متنازع بنانے کی کوشش شروع ہوگئی۔ زی نیوز کی خبر کے مطابق ہندو سینا کے قومی صدر وشنو گپتا نے آرکیالوجی کل سروے آف انڈیا (اے ایس آئی) کے ڈائریکٹر جنرل کو خط لکھ کر دہلی کی تاریخی جامع مسجد کا سروے کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ جودھ پور اور ادے پور کے مندروں سے ٹوٹی ہوئی مورتیوں کی باقیات مسجد کی سیڑھیوں میں نصب کئے گئے ہیں، یہ معلومات اورنگزیب کی درباری تاریخ سے متعلق کتاب معاصر عالمگیری میں درج ہے جسے ساقی مشتاق خان نے تحریر کیا تھا۔ وشنو گپتا نے بتایا کہ معاصر عالمگیری میں لکھا ہے کہ 24–25/مئی 1689ء کو جودھپور سے واپس آنے والے خان جہاں بہادر نے بہت سے مندروں کو توڑ دیا تھا۔ ان مندروں کے بت بیل گاڑیوں میں لاد کر دہلی بھیجے گئے جس سے اورنگزیب بہت خوش ہوا۔ گپتا کا کہنا ہے کہ ان مجسموں کے باقیات کو جامع مسجد کی سیڑھیوں میں استعمال کیا گیا تھا جس کو ثابت کرنے کے لئے اے ایس آئی کا سروے ضروری ہے۔ گپتا کا کہنا ہے کہ ان باقیات کو ایک سروے کے ذریعے دریافت کیا جائے اور انہیں مندروں میں دوبارہ نصب کیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ سروے بقول ہندو سینا دنیا کے سامنے مغل حکمران اورنگزیب کے ظلم اور مندروں کی تباہی کی حقیقت کو سامنے لائے گا۔ واضح رہے کہ یہ جامع مسجد شاہجہاں نے بنوائی تھی نہ کہ اورنگزیب نے۔

2014ء میں جیسے ہی بی جے پی مرکز اور مختلف ریاستوں میں برسر اقتدار آئی موسم تبدیل ہونے لگا تھا، تشویشناک بات یہ ہے کہ ملک کا سب سے بڑا اقلیتی طبقہ مسلمان بدلتی رت اور ہواؤں کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی قیادت نے بھی آئین وعدلیہ کے احترام کا ایسا سبق پڑھایا کہ بابری مسجد معاملہ میں انصاف کے نام پر ناانصافی کو بھی مسلمانوں نے بسرو چشم قبول کرلیا۔ اگر اسی وقت مسلمان اپنا موقف واضح کر دیتے کہ صرف انصاف پر مبنی فیصلہ ہی قبول کیا جائے گا ناانصافی برداشت نہیں کی جائے گی تو عدالت بھی آنکھوں پر پٹی باندھ کر فیصلہ نہ کرتی۔ موجودہ منظر نامہ میں اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ماضی کی غلطیوں سے کچھ سبق سیکھا جائے۔ فرقہ پرستوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو بھی ٹھوس حکمت عملی ترتیب دیتے ہوئے عملی اقدامات کا آغاز کرنا ہوگا۔ مسلم مذہبی تنظیموں کے ساتھ ساتھ مسلم سیاسی قیادت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں، صورتحال کا باریکی سے جائزہ لیں، فرقہ پرستوں کے عزائم ناکام بنانے کے لئے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے اس پر مشاورت کریں اور متحدہ ومتفقہ فیصلہ کرکے اس شر انگیزی اور مسلم دشمنی کے سد باب کے لئے فوری فعال و متحرک ہوجائیں۔

◆◆◆

ص ۵۳/کا بقیہ.......................

گنبد خضریٰ کے مکیں تخت نشیں ہیں آفریں
صدیق وحضرت عمر پہلو میں ہیں علام دو
عشق حضور میں جیوں عشق حضور میں مروں
پی کے مگن سدا رہوں ساقی مجھے وہ جام دو
عشق حقیقی ہے یہی اہل شعور و آگہی
تحفہ انھیں درود کا صبح دو اور شام دو
بزم نبی میں رقص وجد صوفی نما اے دیوبند
جو بھی کہو کہو مگر اس کو نہ عشق نام دو
چاہو اگر کہ ہوں قبول ہوں نہ عبادتیں فضول
خارِ گل حرم کو بھی عزت واحترام دو
ساری وبا مٹائیں گے بہر مدد وہ آئیں گے
ان کو ندا بصد خلوص بندۂ مستہام دو
محو الم رہے جسیم کب تک بتاؤ اے کریم
اب تو مدینہ آنے کا اذن شہ انام دو

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

قارئین! اگر آپ میں سے کسی کو رسالہ نہیں مل پارہا ہے تو 8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

از: محمد خوشتر ضمیر قادری*

یوم آزادی اور یوم جمہوریہ! ہماری ذمہ داریاں

اسلام اور وطن

آج دین اسلام کے متبعین کے حالات بے بسی آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہیں، بالخصوص ملک عزیز ہندوستان میں! جہاں نت نئے انداز سے انھیں ہراساں کیا جاتا ہے، کبھی این. آر. سی. کبھی مساجد کی سروے، کبھی مدارس کی جانچ اور کبھی یکساں سول کوڈ کے نام پر انھیں مشق ستم بنایا جاتا ہے۔ اسے ظلم نہیں تو اور کیا عنوان دیا جائے کہ جس قوم نے تن کے گورے اور من کے کالے انگریزوں کے پنجہ استبداد سے اس ملک عزیز کو آزاد کرانے میں بت دریغ اپنا لہو بہایا تھا، اس سے ہی شہریت کا سرٹیفکیٹ مانگا جارہا ہے، بربریت کی حد تو یہ ہے کہ مسلم نوجوانوں کو حکومت کا باغی اور دیش کا غدار بتا کر" دیش کے غداروں کو گولی مارو سالوں کو" جیسے منافرت آمیز اور اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے انھیں بے دریغ قتل کردیا جاتا ہے، کھلے بند انصاف کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔ تاریخ کو مسخ کیا جارہا ہے۔

بے انصافی اور تاریخی حقائق سے منہ موڑ لینے کی اس سے بدتر اور مثال کیا ہوگی کہ مسلمانوں بالخصوص علما کے لئے" ملّے کاٹے جائیں گے تو رام رام چلائیں گے" جیسے گھٹیا نعرے لگائے جا رہے ہیں، جن علمائے ربانیین نے اس ملک کی آزادی میں قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے انگیریزوں کے خلاف اس وقت فتویٰ جہاد صادر کیا جب پورا ہندوستان کشمکش کا شکار تھا۔

الحاصل: اس قوم مسلم کی تمام ترکاوشوں اور قربانیوں کو یکسر فراموش کرتے ہوئے ان کے حقوق کی پامالی کی ناروا کوشش کی جارہی ہے اور قوم کے نوجوانوں کو ان کے تاریخی کارنامے، انقلابی کردار اور ہمت جواں مردی سے دور کر کے عیاشوں اور بزدلوں کا پیروکار بنایا جارہا ہے، نوعمروں کو مکتب طفل سے ہی مغربی تہذیب وثقافت کا پیروکار بنایا جارہا ہے تاکہ یہ طلبہ بڑھتی عمر کے ساتھ اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہوجائیں۔ اس ناپاک سازش کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آج نوجوان مغربی تہذیب کا دلدادہ ہوچکا ہے۔ اس کے ہر نئے فتنے کا بآسانی شکار ہورہا ہے اور اپنی عاقبت برباد کررہا ہے۔ یاد رکھیں! ؎

پیغام یہ دیتا ہے تمہیں ہر شام کا سورج
مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے

ان تمام تر حالات کی یاد دہانی کا مقصد فقط اتنا ہے کہ جب ہمارے اکابرین، علمائے ربانیین اور آباو اجداد کی شہادت سے غافل کر کے تاریخ آزادی دو، چار ناموں کے ساتھ ہی محدود کر دی گئی ہے، ہمیں خود اپنی تاریخ محفوظ کرنی ہوگی اور اس امانت کو بے کم وکاست نئی نسلوں کی طرف منتقل کرنی ہوگی، اس میں معمولی تساہلی اور ادنی سی غفلت صفحہ ہستی سے ہمارے وجود کو مٹانے کے لیے کافی ہے۔ ہماری قوم کا مستقبل جو آج اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہے، افسوس صد افسوس! ان طلبہ نے تو اپنے نصاب (sallybus) کی کتابوں میں یہ سنا بھی نہ ہوگا، کہ کون ہیں قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ جنھوں نے سب سے پہلے ان تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد تحریر کر کے دہلی کی جامع مسجد میں خطاب فرمایا تھا جس کی بنیاد پر اس مرد مجاہد کو جزیرہ انڈمان کے مسموم فضا کا لاپانی کی سزا سنائی گئی اور بے آب ودانہ رکھ کر ظلم وتشدد کے کوڑے برسائے گئے یہ کہہ کر کہ اس فتویٰ جہاد سے رجوع کرلو اگر تم ایسا کر لیتے ہو تو باعزت تمہارے اہل وعیال تک تمہیں پہنچا دیا جائے گا، مگر بستر مرگ کا وہ نحیف وناتواں جبر وتشدد کے باوجود بھی کرب و اضطراب کی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا اور گرج کر جواب دیا" یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی ہزار جانیں بھی لی جائیں تب بھی فضل حق یہی

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

کہے گا کہ ان انگریزوں کے خلاف جہاد فرض ہے۔ ؎

کانپ اٹھا اس کے فتووں سے فرنگی سامراج

جس کے نعرے سے ہوئے بیدار شیران وطن

آج کے ماڈرن اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو کیا معلوم کہ کون ہیں مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی علیہ الرحمہ؟ 1857ء کا وہ مجاہد جنگ آزادی کہ جب علامہ فضل حق خیرآبادی نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد تحریر کیا تو اس فتویٰ جہاد میں برجستہ تصدیقی دستخط کرنے والے علما میں سے ایک ذات علامہ سید کفایت علی کافی کی بھی ہے، جس دستخط کی خبر انگریزوں تک اپنوں ہی کی غداری سے پہنچی تھی، بس اور کیا تھا، 30/اپریل سنہ 1858ء کو فخرالدین کلال کی مخبری سے انگریزوں نے سید صاحب کو گرفتار کرلیا اور اس آلِ رسول پر انگریزی حکومت سے بغاوت کی بنیاد پر ظلم وستم کے نہ جانے کیسے، کیسے حیلے آزمائے گے، آپ کی ذات اقدس کو حکومت کا باغی بتا کر مقدمہ چلایا گیا۔

آپ کے جسم مبارک پر گرم استری (iron) چلائی گئی جس سے آپ کی جلد اکھڑ گئی پھر اسی زخم آلود جسم پر نمک اور مرچ چھڑکا گیا، 4/مئی 1858ء کو مقدمہ کی پیشی ہوئی اور دو دن کی قلیل مدت میں ہی مقدمے کی کاروائی پوری کرکے پھانسی کی سزا سنائی گئی کہ اس نے انگریزی حکومت کے خلاف لوگوں کو جہاد پر برانگیختہ کیا۔

لہٰذا اسے مرادآباد کے چوراہے پر پھانسی دی جائے، چنانچہ جب آپ کو پھانسی کے لئے چوراہے کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو اللہ اکبر کبیرا رمضان کا مبارک مہینہ تھا اور آپ کی زبان پر یہ نعت پاک تھی: ؎

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا

ایک رسول اللہ ﷺ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا

بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس وکمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو

اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

نام شاہان جہان مٹ جائیں گے لیکن یہاں

حشر تک نام ونشان پنجتن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود

آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک

نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

ہمارے نونہالوں کو کون بتائے گا کہ کون ہیں مولانا رضا علی خان؟ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کا خاندان احقاق حق اور ابطال باطل کی پہچان ہے، یہ دنیا بخوبی جانتی ہے، جہاں آپ کی ذات نے اپنی تصنیفی خدمات کی شکل میں عالم اسلام کو بے مثال لعل وگوہر سے مالا مال کیا ہے وہیں ضرورت پڑنے پر اقوال وافعال کی بے نیام تلوار سے بھی باطلوں کو دھول چٹایا۔ جنگ آزادی میں آپ کا قولاً اور عملاً ہر طرح کا کردار تاریخ نے ضبط کی ہے آپ شہر بریلی کے گردونواح پورے روہیل کھنڈ کے مجاہد آزادی کے صف کے قائد تھیں۔

جب پہلا فتویٰ جہاد علامہ فضل حق خیرآبادی نے صادر کیا تھا تو انگریزوں پر فتح پانے والوں میں مولانا رضا علی خان بھی تھے جس کے بعد برطانیہ جنرل کی جانب سے آپ کے سر پر ۵۰۰/ سو روپے کا انعام رکھا گیا تھا، اگرچہ پوری انگریزی حکومت تادمِ حیات اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔ ؎

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا

شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

آج جبکہ قوم مسلم میں اپنے انقلابی کردار سے بڑھتی غفلت جو ہمارے نوجوانوں کی فطری قوت اور ذہنی ریاضت ویگانگت پر اثر انداز ہوتی چلی جارہی ہے، تو کیا ایسے ماحول میں ہماری قوم کے رہنما وقائد یعنی ائمہ مساجد، ارباب مدارس اور خطبا وشعرا کے سر پر یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ وہ عوام میں اصل تاریخ آزادی کی ترجمانی کریں۔ ہماری نئی نسلوں کو ہمارے علما کی شہادتوں،

اکابرین کی قربانیوں اور اسلاف کی ہمت جواں مردی سے آشنا کرائیں اور پوری قوم کو آزادی کی اس حقیقی تاریخ سے واقفیت کی طرف رغبت دلائیں، جسے آج ذات، مذہب اور تعصب پرستی کے عناد نے صرف چار پانچ نام تک محدود دائرہ میں سمیٹ کر رکھ دیا اور ہزاروں علمائے کرام اور لاکھوں مسلمان کی جانی قربانیوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔

ستم ظریفی تو یہ ہے جب ہمارے مقررین اپنی تقریروں میں کسی مجاہد آزادی کا نام لیتے بھی ہیں تو ان کی فہرست میں ابو الکلام آزاد، محمد علی جوہر، اشفاق اللہ خان اور مزید علامہ فضل حق خیرآبادی تک ہی کے اسما بتاتے ہیں، جبکہ ان کے علاوہ اور ہزاروں علمائے ربانیین بھی ہیں جنہوں نے اپنے خون جگر سے اس وطن عزیز کو ہرا بھرا کیا اور اپنی بے لوث جانبازیوں سے اس کے گیسوئے برہم کو سنوارا ہے، ہماری اس کوتاہی کا بھیانک انجام اس وقت ہمارے وجود کو جھنجھوڑتا ہے جب کوئی مقرر مجاہد آزادی (freedom fighters) کے طور پر مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا سید فیض احمد بدایونی، مولانا رضا علی خان، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا احمد شاہ مدراسی وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے تو ہماری قوم ایسے منہ تکتی نظر آتی ہے جیسے عنقا پرندہ کے وجود کی گواہی دی جا رہی ہو، افسوس! ہماری قوم نے تو نصابی کتابوں (sallybus) فلموں، نیتاؤوں کی تقریروں میں صرف جھانسی کی رانی، تاتیا ٹوپے، منگل پانڈے، بھگت سنگھ، جواہر لال نہرو اور گاندھی کا نام ہی پڑھا، دیکھا اور سنا ہے اور بس۔

یقیناً ہمارے اسلاف اور مجاہدین آزادی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی میں جتنا تاریخ نویسوں اور اسلام دشمن عناصر کی شرکت ہے اتنی ہی ہماری بھی ہے، دشمنان اسلام تو ہماری تاریخ اور نشانیوں کو مٹانے کے درپے ہیں، ایسے میں ہماری بے حسی اور ہماری بے توجہی ان کے مقصد برآری میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہے، کیا تعلیمی اداروں میں مختلف مواقع پر منعقد ہونے والے پروگراموں میں ہماری قوم کے خطبا و شعرا کی شرکت نہیں ہوتی ہے۔ یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے موقع پر مجلسیں منعقد نہیں ہوتیں؟ ہوتی ہیں اور ضرور ہوتی ہیں! مگر ہم ان موقعوں کا فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اور مستزاد یہ کہ ایک روزہ تعلیمی نقصان کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے مگر اس کا ضامن صحیح تاریخ سنا کر اور حق بیانی کا جوہر دکھا کر نہیں لے پاتے ہیں۔

اگر ہم واقعی آزادی کی حقیقی تاریخ، ملک کی آزادی میں علمائے ربانیین کی کاوشیں اور قوم مسلم کا کردار واضح انداز میں بیان کریں کہ مساجد کے ائمہ اور مدارس کے فارغین نے ہی اپنی ہتھیلیوں پر اپنے سروں کا نذرانہ لے کر 1857ء میں انقلاب کی چنگاری جلائی تھی" تو ضرور یہ اس تعلیم کا ازالہ ہوسکتا ہے، بلا شبہ آج ضرورت ہے کہ ائمہ مساجد اور ارباب مدارس کم از کم ان مخصوص دنوں میں مدرسوں میں پرچم کشائی کے دوران علمائے اہل سنت و جماعت کی بارگاہ میں خاص طور پر خراج عقیدت پیش کریں اور وطن کی آزادی میں ان کے حقیقی کردار کو بیان کریں، ائمہ کرام اپنے خطبات کے ذریعہ عوام کو اس پر راغب کریں کہ وہ چوراہوں پر مجالس کا انعقاد کریں جن میں ائمہ کرام کی تقاریر ہوں۔ نوجوانوں کو صحیح سمت پر لگانے کی ضرورت ہے۔ ان میں حوصلے کی کمی نہیں ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ نوجوان کس طرح چوراہوں پر 14/اگست اور 25/جنوری کی شام سے ہی ناچ گانے کی مجلس سجا کر اگلی صبح پرچم کشائی کی تیاری میں لگے رہتے ہیں، تا کہ طلوع آفتاب کے بعد علاقے کا کوئی سرکاری ملازم یا نواب زادہ آئے، پرچم کشائی کرے، گاندھی، نہرو کی مدح و ستائش کرے، مٹھائی کھائے اور قوم کی نگاہوں میں گمراہیت کی ڈھول جھونک کر چلتا بنے، حیف صد حیف، کاش کہ اس موقع پر مسلمان اپنے اسلاف کو بھی یاد کرنا اپنا شیوہ بنالیں۔

مسلمانو! بس دلِ بے تاب یہ کہہ کر آپ کو ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے دعوت فکر و عمل دیتا ہے کہ: ؎

کیا اسی لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

◆◆◆

از: عبدالوحید قادری*

صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اسلام لانے کا ایمان افروز واقعہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں "اصبہان" کے ایک گاؤں میں رہتا تھا، میرا باپ ایک بڑا جاگیر دار تھا اور وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، میں اس کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا تھا، اس محبت کی وجہ سے وہ مجھے گھر سے باہر نہ نکلنے دیتا، ہر وقت مجھے گھر ہی میں رکھتا، میری خوب دیکھ بھال کرتا، میرے باپ کی یہ خواہش تھی کہ میں پکّا مجوسی (یعنی آتش پرست) بنوں کیونکہ ہمارا آبائی مذہب "مجوسیت" ہی تھا اور میرا باپ پکّا مجوسی تھا، وہ مجھے بھی اپنی ہی طرح بنانا چاہتا تھا لہٰذا اس نے میری ذمہ داری لگا دی کہ میں آتش کدہ میں آگ بھڑکاتا رہوں اور ایک لمحہ کے لئے بھی آگ کو نہ بجھنے دوں، میں اپنی ذمہ داری سرانجام دیتا رہا، ایک دن میرا باپ کسی تعمیری کام میں مشغول تھا جس کی وجہ سے وہ زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے نہیں جاسکتا تھا۔

چنانچہ میرے باپ نے مجھے بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! آج میں یہاں بہت مصروف ہوں اور کھیتوں کی دیکھ بھال کے لئے نہیں جاسکتا، آج وہاں تو چلا جا اور خادموں کو فلاں فلاں کام کی ذمہ داری سونپ دینا اور ان کی نگرانی کرنا، اِدھر اُدھر کہیں متوجہ نہ ہونا، سیدھا اپنے کھیتوں پر جانا اور کام پورا ہونے کے فوراً بعد واپس آجانا، اپنے باپ کا حکم پاتے ہی میں اپنی زمینوں کی طرف چل دیا، راستے میں عیسائیوں کا عبادت خانہ تھا، جب میں اس کے قریب سے گزرا تو مجھے اندر سے کچھ آوازیں سنائی دیں، وہاں کچھ راہب نمازیں میں مشغول تھے، میں جب اندر داخل ہوا تو ان کا اندازِ عبادت مجھے بڑا انوکھا اور اچھا لگا، میں نے پہلی مرتبہ اس انداز میں کسی کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا، میں چونکہ زیادہ تر گھر ہی میں رہتا تھا، اس لئے لوگوں کے معاملات سے آگاہ نہ تھا۔ اب جب یہاں ان لوگوں کو دیکھا کہ یہ ایسے انداز میں عبادت کر رہے ہیں جو ہم سے بالکل مختلف ہے تو میرا دل ان کی طرف راغب ہونے لگا اور مجھے ان کا اندازِ عبادت بہت پسند آیا۔ میں نے دل میں کہا: خدا عزّ وجلّ کی قسم! ان راہبوں کا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے پھر میں سارا دن انہیں دیکھتا رہا اور اپنے کھیتوں پر نہیں گیا، جب تاریکی نے اپنے پَر پھیلانا شروع کئے تو میں ان لوگوں کے قریب گیا اور ان سے پوچھا: تم جس دین کو مانتے ہو اس کی اصل کہاں ہے؟ یعنی تمہارا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا: ہمارا مرکز شام میں ہے، پھر میں گھر چلا آیا، میرا باپ بہت پریشان تھا کہ نہ جانے میرا بچہ کہاں گُم ہو گیا؟ اس نے میری تلاش میں کچھ لوگوں کو آس پاس کی بستیوں میں بھیج دیا تھا، جب میں گھر پہنچا تو میرے باپ نے بے تاب ہو کر پوچھا: میرے لال! تو کہاں چلا گیا تھا؟ ہم تو تیری وجہ سے بہت پریشان ہو گئے تھے، میں نے کہا: میں اپنی زمینوں کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا، ان کا اندازِ عبادت بہت پسند آیا، چنانچہ میں شام تک انہی کے پاس بیٹھا رہا، یہ سن کر میرا باپ پریشان ہوا اور کہنے لگا: میرے بیٹے! ان لوگوں کے مذہب میں کوئی بھلائی نہیں، جس مذہب پر ہم ہیں اور جس پر ہمارے آباو اجداد تھے وہی سب سے اچھا ہے، لہٰذا تم کسی اور طرف توجہ نہ دو، میں نے کہا: ہرگز نہیں، خدا عزّ وجلّ کی قسم! ان راہبوں کا مذہب ہمارے مذہب سے بہت بہتر ہے۔

میری یہ گفتگو سن کر میرے باپ کو یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں میرا بیٹا مجوسیت کو چھوڑ کر نصرانی مذہب قبول نہ کرلے، اسی خوف

* مضمون نگار شاہ پور بلگام کرناٹک کے مقیم ہیں۔

کے پیشِ نظر اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوادیں اور مجھے گھر میں قید کر دیا تا کہ میں گھر سے باہر ہی نہ نکل سکوں، مجھے ان راہبوں سے بہت زیادہ عقیدت ہوگئی تھی، میں نے کسی طریقے سے ان تک پیغام بھجوایا کہ جب کبھی تمہارے پاس ملکِ شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے ضرور اطلاع دینا، چند روز بعد مجھے اطلاع ملی کہ شام سے راہبوں کا ایک قافلہ ہمارے شہر میں آیا ہوا ہے، میں نے پھر راہبوں کو پیغام بھجوایا کہ جب یہ قافلہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد واپس "شام" جانے لگے تو مجھے ضرور اطلاع دینا، کچھ دن بعد مجھے اطلاع ملی کہ قافلہ واپس شام جارہا ہے، میں نے بہت جدو جہد کے بعد اپنے قدموں سے بیڑیاں اُتاریں اور فوراً شام جانے والے قافلے کے ساتھ جاملا، ملکِ شام پہنچ کر میں نے لوگوں سے پوچھا: تم میں سب سے زیادہ معزز اور صاحبِ علم وعمل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: فلاں کنیسہ (یعنی عبادت خانہ) میں رہنے والا راہب ہم میں سب سے زیادہ قابلِ احترام اور سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہے۔

چنانچہ میں اس راہب کے پاس پہنچا اور کہا: مجھے آپ کا دین بہت پسند آیا ہے، اب میں اس دین کے بارے میں کچھ معلومات چاہتا ہوں، اگر آپ قبول فرمالیں تو میں آپ کی خدمت کیا کروں گا اور آپ سے اس دین کے متعلق معلومات بھی حاصل کرتا رہوں گا، برائے کرم! مجھے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیجئے، یہ سن کر اس راہب نے کہا: ٹھیک ہے، تم بخوشی میرے ساتھ رہو اور مجھ سے ہمارے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرو، چنانچہ میں اس کے ساتھ رہنے لگا لیکن وہ راہب مجھے پسند نہ آیا، وہ بہت بُرا شخص تھا، لوگوں کو صدقات وخیرات کی ترغیب دلاتا، جب لوگ صدقات وخیرات کی رقم لے کر آتے تو یہ اس رقم کو غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم نہ کرتا بلکہ اپنے پاس ہی جمع کر لیتا، اس طرح اس بد باطن راہب نے بہت سارا خزانہ جمع کر کے سونے کے سات بڑے بڑے مٹکے بھر لئے تھے مجھے اس کی ان حرکتوں پر بہت غصہ آتا، بالآخر جب وہ مرا تو لوگوں کا بہت بڑا ہجوم اس کی تجہیز وتکفین کے لئے آیا، میں نے لوگوں کو بتایا: جس کے بارے میں تمہارا گمان تھا کہ وہ سب سے بڑا راہب ہے وہ تو بہت لالچی اور گندی عادتوں والا تھا، لوگ کہنے لگے: یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ راہب بُرا شخص تھا؟ میں نے کہا: اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو میرے ساتھ چلو، میں تمہیں اس کا مال و دولت اور خزانہ دکھاتا ہوں جو وہ جمع کرتا رہا اور فقرا و مساکین اور یتیموں پر خرچ نہ کیا لوگ میرے ساتھ چل دیئے، میں نے انہیں وہ مٹکے دکھائے جن میں سونا بھرا ہوا تھا۔

انہوں نے وہ مٹکے لئے اور کہا: خدا عزوجل کی قسم! ہم اس راہب کو دفن نہیں کریں گے، پھر انہوں نے اس کے مردہ جسم کو سولی پر لٹکایا اور پتھر مار مار کر چھلنی کر دیا پھر اس کی لاش کو بے گور و کفن پھینک دیا، اس کے بعد لوگوں نے ایک اور راہب کو اس کی جگہ منتخب کر لیا، وہ بہت اچھی عادات وصفات کا مالک اور انتہائی متقی و پرہیز گار شخص تھا، طمع و لالچ اس میں بالکل نہ تھی، دن رات عبادت میں مشغول رہتا، دُنیوی معاملات کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دیتا، میرے دل میں اس کی عقیدت ومحبت گھر کر گئی، میں نے اس کی خوب خدمت کی اور اس سے نصرانیت کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا، جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا" آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ کے بعد میری رہنمائی کون کرے گا؟ وہ راہب کہنے لگا: اے میرے بیٹے! اللہ عزوجل کی قسم! جس دین پر میں ہوں اس میں سب سے بڑا عالم وفقیہ ایک شخص ہے جو" موصل" میں رہتا ہے، میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی نہیں جو تمہاری رہنمائی کر سکے، اگر تم سے ہو سکے تو اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، راہب کی یہ بات سن کر میں" موصل" چلا گیا اور وہاں کے راہب کے پاس پہنچ گیا، میں نے واقعی اسے ایسا پایا جیسا اس کے بارے میں بتایا گیا تھا، وہ بہت نیک وزاہد شخص تھا۔

چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا: اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں جو آپ کے بعد میری صحیح رہنمائی

کرے؟ اس نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! اس وقت ہمارے دین کا سب سے بڑا باعمل عالم "نصیبین" میں رہتا ہے۔ میری نظروں میں اس سے بہتر کوئی اور نہیں، اگر ہو سکے تو اس کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا "نصیبین" پہنچا اور اس راہب کے پاس رہنے لگا۔ وہ بھی نہایت متقی و پرہیزگار شخص تھا، جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے پوچھا: آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ اس نے کہا: اس وقت ہمارے دین پر قائم رہنے والوں میں سب سے بڑا باعمل راہب "عموریہ" میں رہتا ہے، میری نظروں میں اس سے بہتر کوئی نہیں تم اس کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری صحیح رہنمائی کرے گا۔

چنانچہ میں "عموریہ" پہنچا اور اس راہب کی خدمت میں رہنے لگا۔ وہ واقعی بہت نیک و صالح شخص تھا۔ میں اس سے دینِ نصاریٰ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا اور دن کو بطورِ اجیر (یعنی مزدور) ایک شخص کے جانوروں کی دیکھ بھال کرتا۔ اس طرح میرے پاس اتنی رقم جمع ہوگئی کہ میں نے کچھ گائے اور بکریاں وغیرہ خرید لیں۔ پھر جب اس راہب کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا: آپ مجھے کس کے پاس بھیجیں گے جو آپ کے بعد میری صحیح رہنمائی کرے؟ اس راہب نے کہا: اے میرے بیٹے! اب ہمارے دین پر قائم رہنے والا کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس میں تجھے بھیجوں۔ ہاں! اگر تم نجات چاہتے ہو تو میری بات توجہ سے سنو: اب اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری کا وقت بہت قریب آ گیا ہے جو دینِ ابراہیمی لے کر آئے گا۔ وہ سرزمینِ عرب میں مبعوث ہوگا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت فرمائے گا۔

اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ واضح نشانیاں یہ ہیں: (۱) وہ ہدیہ قبول فرمائیں گے (۲) لیکن صدقے کا کھانا نہیں کھائیں گے اور (۳) ان کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت ہوگی۔ اگر تم اُس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پاؤ تو ان کے پاس چلے جانا ان شاء اللہ عزوجل تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے، اے میرے بیٹے! تم اس رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور ملنا۔

اتنا کہنے کے بعد اس راہب کا بھی انتقال ہو گیا پھر جب تک میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے چاہا میں "عموریہ" میں ہی رہا، پھر مجھے اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی کلب کے کچھ تاجر عرب شریف جا رہے ہیں تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ عرب شریف جانا چاہتا ہوں، میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں ہیں، یہ سب کی سب تم لے لو اور مجھے عرب شریف لے چلو۔ ان تاجروں نے میری یہ بات منظور کر لی اور میں نے انہیں تمام گائیں اور بکریاں دے دیں۔ چنانچہ ہمارا قافلہ سوئے عرب روانہ ہوا۔ جب ہم وادی "قُریٰ" میں پہنچے تو ان تاجروں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے جبراً اپنا غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ یہودی مجھے اپنے علاقے میں لے گیا۔ وہاں میں نے بہت سے کھجوروں کے درخت دیکھے تو میں نے سمجھا کہ شاید یہی وہ شہر ہے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے، چنانچہ میں اس یہودی کے پاس رہنے لگا اور اس کی خدمت کرنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اس یہودی کا چچا زاد بھائی مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا سے اس کے پاس آیا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی قریظہ سے تھا، یہودی نے مجھے اس کے ہاتھوں فروخت کر دیا، وہ مجھے لے کر مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کی طرف روانہ ہو گیا۔

خدا عزوجل کی قسم! جب میں مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضاؤں میں پہنچا تو میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہی جگہ میری عقیدتوں کا محور و مرکز ہے۔ یہی وہ پاکیزہ شہر ہے جس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوگی۔ جو نشانیاں راہب نے مجھے بتائی تھیں کہ وہاں بکثرت کھجوریں ہوں گی، وہ میں نے وہاں پالی تھیں۔ اب میں منتظر تھا کہ کب میرے کانوں میں یہ صدا گونجے کہ اس پاکیزہ ہستی نے اپنے جلوؤں سے مدینہ منورہ کو نور بار کر دیا ہے جس کی آمد کی خبر سابقہ آسمانی کتب میں دی گئی ہے، بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، ایک دن میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور میرا مالک

نیچے بیٹھا تھا، اس کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا: اللہ عزوجل فلاں قبیلے (یعنی اوس وخزرج) کو برباد کرے، وہ لوگ مقام "قبا" میں جمع ہیں اور ایک ایسے شخص کا دین قبول کر چکے ہیں جو مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْمًا سے آیا ہے اور وہ اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا نبی کہتا ہے۔ اس قبیلے (یعنی اوس وخزرج) کے اکثر لوگ اپنے آباواجداد کا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لا چکے ہیں۔

جب میں نے اپنے مالک کے چچا زاد بھائی کی یہ بات سنی تو میں خوشی کے عالم میں جھوم اُٹھا۔ قریب تھا کہ میں اپنے مالک کے اوپر گر پڑتا لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جلدی جلدی نیچے اُترا، پھر پوچھا: ابھی تم نے کیا بات کہی ہے؟ اور کون شخص مکہ سے آیا ہے؟۔ میری یہ بات سن کر میرے مالک کو بہت غصہ آیا اور اس نے مجھے ایک زوردار طمانچہ مارا اور کہا: تمہیں ہماری باتوں سے کیا مطلب؟ جاؤ! جا کر اپنا کام کرو، میں نے کہا: میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا یہ کہہ کر میں دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ میرے پاس کچھ رقم بچی ہوئی تھی۔ ایک دن موقع پا کر میں بازار گیا، کچھ کھانے پینے کی اشیاء خریدیں اور بے تاب ہو کر اس رخِ زیبا کی زیارت کے لئے "قبا" کی طرف چل دیا جس کے دیدار کی تمنا نے مجھے فارس سے مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْمًا تک پہنچا دیا تھا۔

جب میں وہاں پہنچا تو میں نے ان کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ عزوجل کے بندے! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندے ہیں اور آپ کے اصحاب میں اکثر غریب اور حاجت مند ہیں، میں کچھ اشیائے خورد و نوش لے کر حاضر ہوا ہوں، میں یہ اشیا بطورِ صدقہ آپ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، آپ قبول فرما لیں۔ یہ سن کر اس پاکیزہ و مطہر ہستی نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آؤ! اور یہ چیزیں کھا لو، لوگ کھانے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا: ایک نشانی تو میں نے پا لی ہے پھر کچھ دنوں کے بعد میں کھانے کا کچھ سامان لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: حضور! یہ کچھ کھانے کی چیزیں ہیں، انہیں بطورِ ہدیہ قبول فرما لیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ کھایا اور اپنے اصحاب کو بھی اپنے ساتھ کھانے کا حکم فرمایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی بھی پوری ہو گئی ہے، پھر ایک دن میں جَنَّتُ البَقِیع کی طرف گیا تو دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر پر دو چادریں ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد اس طرح جمع ہیں جیسے شمع کے گرد پروانے جمع ہوتے ہیں۔

میں نے جا کر سلام عرض کیا اور پھر ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے میری نظر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پُشت مبارک پر پڑے تاکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت کو دیکھ سکوں کیونکہ مجھے راہب نے جو نشانیاں بتائی تھیں وہ سب کی سب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں دیکھ لی تھیں۔ بس آخری نشانی (یعنی مُہرِ نبوت) دیکھنا باقی تھی، میں بڑی بے تابی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا، جب نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی تو میرے دل کی بات جان لی اور میری طرف پیٹھ پھیر کر مبارک شانوں سے چادر اُتار لی جیسے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چادر ہٹائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت جگمگا رہی تھی، میں دیوانہ وار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا اور مُہرِ نبوت کو چومنا شروع کر دیا، مجھ پر رقت طاری ہو گئی، بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

آج میری خوشی کی انتہا نہ تھی جس کے روئے زیبا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے میں نے اِتنی مصیبتیں اور مشقتیں جھیلیں، آج وہ نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے موجود تھے اور میں ان کے جلوؤں میں اپنے جسم کو منور ہوتا دیکھ رہا تھا، میں نے فوراً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم! مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیجئے اور اپنے غلاموں میں شامل فرما لیجئے، پھر اَلْحَمْدُ

لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ میں مسلمان ہو گیا۔ میں ابھی تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مُہرِ نبوت کو بوسے دے رہا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب بس کرو۔" چنانچہ میں ایک طرف ہٹ گیا، پھر میں نے حضور ﷺ کو اپنی ساری روداد سنائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان بہت حیران ہوئے کہ میں کس طرح یہاں تک پہنچا اور میں نے کتنی مشقتیں برداشت کیں۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم اپنے مالک سے مکاتبت کرلو (یعنی اسے رقم دے کر آزادی حاصل کرلو) جب حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مالک سے بات کی تو اس نے کہا: مجھے تین سو (۳۰۰) کھجوروں کے درخت لگا دو اور چالیس (۴۰) اوقیہ بھی دو، پھر جب یہ کھجوریں پھل دینے لگ جائیں گی تو تم میری طرف سے آزاد ہو جاؤ گے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے مالک کی شرطیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتائیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھرپور تعاون کیا کسی نے کھجوروں کے تیس (۳۰) پودے لا کر دیئے، کسی نے پچاس (۵۰) الغرض! مددگار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مدد سے میرے پاس تین سو (۳۰۰) کھجوروں کے پودے جمع ہو گئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمان فارسی! تم جاؤ اور زمین کو ہموار کرو۔

چنانچہ میں گیا اور زمین کو ہموار کرنے لگا تاکہ وہاں کھجور کے پودے لگائے جاسکیں، اس کام سے فارغ ہو کر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ کے وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے زمین ہموار کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ چل دیئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوروں کے پودے اُٹھا اُٹھا کر دیتے اور آپ صلی الہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دستِ اقدس سے اسے زمین میں لگاتے جاتے، حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس پاک پروردگار عزوجل کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جان ہے! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جتنے پودے لگائے وہ سب کے سب اُگ آئے اور ان میں بہت جلد پھل لگنے لگے، چنانچہ میں نے تین سو (۳۰۰) کھجوریں اپنے مالک کے حوالے کیں، ابھی میرے ذمہ چالیس (۴۰) اوقیہ دینا باقی تھا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی نے مرغی کے انڈے جتنا سونے کا ایک ٹکڑا بھجوایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: سلمان فارسی کا کیا ہوا؟ پھر مجھے بلوا کر فرمایا: اسے لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو، میں نے عرض کی:۔ اے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ اتنا سا سونا چالیس (۴۰) اوقیہ کے برابر کس طرح ہوگا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ سونا لو اور اس کے ذریعے چالیس (۴۰) اوقیہ جو تمہارے ذمہ ہے، اسے ادا کرو، اللہ عزوجل تمہارے لئے اسی سونے کو کافی کر دے گا اور تمہارے ذمہ جتنا دینا ہے یہ اس کے برابر ہو جائے گا۔

میں نے وہ سونے کا ٹکڑا لیا اور اس کا وزن کیا، اس پاک پروردگار عزوجل کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! وہ تھوڑا سا سونا چالیس (۴۰) اوقیہ کے برابر ہو گیا اور اس طرح میں نے اپنے مالک کو دے دی اور غلامی کی قید سے آزاد ہو کر سرکار ﷺ کے غلاموں میں شامل ہو گیا، پھر میں غزوہ خندق میں حضور ﷺ کے ساتھ شامل ہوا، اس کے بعد میں ہر غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث سلمان الفارسی، ج ۹، ص ۱۸۵ تا ۱۸۹)

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

اسلاف و اخلاف

از: محمد فیضان رضا علیمی *

سرکارِ محبیؒ! فنا فی المرشد

اسلاف و اخلاف

یہ فنائیت بھی بڑی عجیب چیز ہے کہ پہلے انسان کسی کی تلاش و جستجو کرتا ہے، تلاشِ بسیار کے بعد جب اس کو پاتا ہے، تو اس سے وارفتگی کی حد تک محبت کرتا ہے، پھر عشق و عقیدت کے گہرے سمندر میں خوطہ زن ہوتا ہے اور جب جامِ عشق و مستی دیوانگی کی حد پیدا کر دیتا ہے تو انسان اس کی یاد میں فنا ہو جاتا ہے، پھر کیا ہے ہر مجلس میں وہی نظر آتا ہے، ہر انجمن میں اسی کا جلوہ دِکھتا ہے، ہر کلام میں اسی کی لذت ملتی ہے، ہر گفتگو میں اسی کی مٹھاس ہوتی اور ہر شخص میں اسی کا عکس نظر آتا ہے، گو ہر جگہ وہی ہوتا ہے۔

یہی کچھ حال ہمارے اتری بہار کے سرخیل عالمِ ربانی، فاضلِ اماثل، فخرِ بہار، قاطعِ شرک و بدعت، محبِ اعلیٰ حضرت علامہ محمد عبدالرحمن قادری المعروف بہ سرکارِ محبیؒ پوکھریروی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۷۲ھ/ وفات ۱۳۵۱ھ) کا ہے، تحصیل علم کی تکمیل کے بعد مرشد کامل کی تمنا و آرزو نے تلاش و جستجو کا سچا اشتیاق پیدا کر دیا تھا، جذبہ صادق ہی کا اثر تھا کہ ربیع الآخر ۱۲۹۲ھ میں کاشغر کے عظیم بزرگ عارف باللہ، مردِ حق آگاہ، سیدنا داتا نور الحلیم قادری کاشغری رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۳۰۶ھ) جیسے شیخ کامل اور مرشد اکمل کی بارگاہِ فیض اور صحبت بابرکت حاصل ہوئی تو پھر کیا تھا، محبت والفت اور عشق و عقیدت کے سارے راستے عبور کر کے فنائیت کی منزل پر قدم جما دیا اور مرشد کی یاد و بات کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، ذیل کی سطروں میں حضرت محبی کی پیر و مرشد سے عقیدت و شیفتگی اور فنائیت پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضرت محبی قادری نے اپنی زندگی میں تین عظیم تحریک کا آغاز کیا اور ان تینوں کی نسبت اپنے شیخ طریقت کی جانب کر کے مرشد گرامی کی الفت و محبت کا بین ثبوت پیش کیا اور مرشد کی بارگاہ میں خراج تحسین بھی، پہلی تحریک: درس و تدریس کے لیے "مدرسہ نورالہدیٰ" اور دوسری تحریک: دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے لیے "انجمن نور اسلام" اور تیسری تحریک: دینی و فکری اصلاح کے لیے پندرہ روزہ رسالہ "نورالہدیٰ" کا پوکھریرا شریف سے اجرا۔ یہ تینوں تحریکیں آپ کے دورِ حیات میں جس تیزی کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہیں وہ اہل علم و دانش اور صاحب فہم و فراست پر مخفی نہیں ہے۔

حضرت محبی پوکھریروی کو اپنے مرشد گرامی سیدنا داتا نور الحلیم کاشغری (۱۳۰۶ھ) سے ایسی محبت و عقیدت تھی کہ اپنی بیشتر تصانیف کا نام اپنے مرشد کے نام پر تجویز کیا، ایک شمارے کے مطابق ۱۱ر سے زائد کتابوں کے نام انہوں نے حضرت نور الحلیم کاشغری کے نام پر رکھے، چند کتابوں کے اسما دیکھیں: ☆ نور الایمان فی ترجمۃ القرآن ☆ نور اسلام ☆ نور الطلاب ☆ نور الہدیٰ فی ترجمۃ المجتبیٰ ☆ نور الجمعہ وغیرہ۔

تحریک و تصنیف کی دنیا سے ذرا آگے نکلیے اور شعر و شاعری کے میدان کا تھوڑا جائزہ لیجیے تو حیرانی ہوگی، مرشد کی محبت کا کیسا خمار چڑھا تھا کہ اپنے اکثر کلام میں مرشد کا تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہیں پر وسیلہ بناتے ہیں تو کہیں پر استغاثہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے دکھتے ہیں۔ حیرت بالائے حیرت تو تب ہوئی کہ بارہ ماسہ جیسے پیچیدہ ادب میں بھی ہر ماسہ میں مرشد کے نام کا ذکر کر کے دنیا کو آگاہ کر دیا کہ مرشد کی محبت و عقیدت کیسی ہوتی ہے اور ان کی یاد میں فنائیت کسے کہتے ہیں، آپ کے نعتیہ دیوان "نورِ بخشش" اور "بارہ ماسہ" سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں، جس سے قارئین کو بخوبی میری بات کی تائید مل جائے گی، بارہ ماسہ میں ہندی کے ۱۲ر مہینوں کی نسبت سے آپ نے بارہ

* مضمون نگار سہ ماہی پیام بصیرت سیتامڑھی، بہار کے مدیر ہیں۔

کلام پیش کئے اور ہر کلام کے مقطع میں اپنے مرشد کا نام ذکر کیا، چند نمونے دیکھیں: ؎

چھپتے نبی کے نور حلیم کر ہو اب اڈّ ہار ہے
پڑا غم میں تیرو مجیؔ بیکس در بل لچار ہے

میرو مرشد نور حلیم مجبی کا ہر نام ہے
درس دکھا دو پیارے نبی کا یاہی مو کو کام ہے

نور حلیم پیارے واکے مجی کے سلطان ہے
بھادو گذرا آن ملاؤ تمہرا ہے احسان ہے

حضرت مجی نے مرشد روحانی سیدنا نور الحلیم کاشغری علیہ الرحمہ سے والہانہ عقیدت وشیفتگی اور سپردگی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ اپنے مرشد کی شان میں ایک شاندار منقبت لکھ کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا، جس کا مطلع یہ ہے: ؎

اے معدنِ لطف وعطا داتا مرے نور الحلیم
اے منبعِ جود وسخا داتا مرے نور الحلیم

حضرت مجی قادری علیہ الرحمہ کی اپنے پیر ومرشد سے عقیدت ومحبت اور ربط وتعلق کا عالم ایسا تھا کہ ان کے پاس بیشتر اوقات گزارتے اوران کی خدمت فیض رساں سے نوازشیں حاصل کرتے تھے، مرشد کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت آپ وہیں موجود تھے، حضرت داتا نور الحلیم کاشغری رحمۃ اللہ کا انتقال ۳؍ربیع الاوّل شریف ۱۳۰۶ھ میں نستہ شریف وایا بھروارہ ضلع دربھنگہ میں ہوا اور وہیں بڑے سے ٹیلہ پر تالاب کے کنارہ آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے، جب کہ حضرت علامہ عبد الرحمن قادری المعروف بہ سرکارِ مجی کی وفات ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ میں پوکھیرا شریف ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی، اللہ پاک ان دونوں بزرگوں کا صدقہ عطا کرے اور ان کے مشن ومسلک پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

ص ۵۲؍ کا بقیہ......

دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگا دیتے ہیں، وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے بیٹی کو عزت وحیا کا نمونہ بنایا ہے؟

اے مسلمانو! کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ آپ کی بے حسی اور لاپرواہی آج آپ کی اولاد کو کن اندھیروں میں دھکیل رہی ہے؟ کیا آپ نے اپنی بیٹی کے چہرے پر وہ معصومیت دیکھی ہے جو اب موبائل فون، دوستوں کی محفلوں اور غیر ضروری تعلقات کے دھوئیں میں گم ہو چکی ہے؟ کیا آپ نے اپنے بیٹے کے رویے میں وہ تبدیلی محسوس کی ہے جو اس کی بے قابو آزادی نے پیدا کی ہے؟ آپ دنیاوی آسائشوں کی فراہمی کو اپنی ذمہ داری کا اختتام سمجھ بیٹھے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مہنگے اسکولوں میں داخلہ، برانڈڈ کپڑے اور عیش وآرام کے سامان ہی آپ کی کامیاب والدین ہونے کی علامت ہیں۔ لیکن حقیقت اس سے کوسوں دور ہے! آپ نے اپنی اولاد کے دل ودماغ میں وہ خالی جگہ چھوڑ دی ہے جسے میڈیا، غلط صحبت اور شیطانی ترغیبات نے پر کر دیا ہے۔

مسلمان بیٹی، جس کا کردار کبھی معاشرے کے لیے ایک مثال ہوتا تھا، آج کیوں غیر مسلموں کے دھوکے میں آ کر اپنی عزت وحرمت گنوا رہی ہے؟ کیا وہ والدین قصوروار نہیں جو اپنی اولاد کو اخلاقی اور دینی بنیادوں پر استوار کرنے میں ناکام رہے؟ جو اپنی بیٹیوں کو ان کی حدود اور شرعی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں؟ غیر مسلم مردوں کی جانب سے دھوکے، استحصال اور قتل کے ان گنت بڑھتے ہوئے واقعات کو کیا محض اتفاق کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ یہ والدین اور معاشرے کے لیے ایک واضح وارننگ ہے۔ اگر آج ہم اپنی بچیوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیں گے، انہیں ان کی اصل پہچان، عزت اور دینی تعلیمات سے روشناس نہیں کرائیں گے تو کل کو یہی معصوم زندگیاں کسی کی ہوس کا شکار بن جائیں گی۔

والدین اپنی اولاد، خاص طور پر بیٹیوں کو صحیح اور غلط کی تمیز سکھائیں اور ان کے ذہن میں یہ بٹھائیں کہ ان کی عزت اور ایمان دنیا کی کسی خواہش سے زیادہ قیمتی ہیں، دین اسلام نے ان کے مقام کو بلند کیا ہے اور اس مقام کو کھونا سب سے بڑی ناکامی ہے، یہ وقت جاگنے، اپنی اولاد کو سنوارنے کا اور اپنی قوم کی بیٹیوں کو گمراہی سے بچانے کا ہے، ورنہ یہ بے حسی اور لاپرواہی ایک دن پورے معاشرے کے زوال کا سبب بن سکتی ہے۔ ◆◆◆

از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری*

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

”مرزا غلام احمد قادیانی! مثیل مسیح دجال کذاب“

غلام احمد قادیانی وہ ایک دجال ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہوا کہ ابتداءً مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور واللہ اس نے سچ کہا کہ وہ مسیح دجال کذاب کا مثیل ہے، پھر اسے اور اونچی چڑھی اور وحی کا ادِّعا اور واللہ وہ اس میں بھی سچا ہے، اس لیے کہ اللہ دربارۂ شیاطین فرماتا ہے:

”یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً۔ (ایک ان کا دوسرے کو وحی کرتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کی)“

رہا اس کا اپنی وحی کو اللہ سبحانہٗ کی طرف نسبت کرنا اور اپنی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتانا یہ بھی شیطان ہی کی وحی سے ہے کہ لے مجھ سے اور نسبت کر رب العالمین کی طرف، پھر دعویٔ نبوت و رسالت کی صاف تصریح کر دی پھر اپنے نفس لئیم کو بہت انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم سے افضل بتانا شروع کیا اور گروہِ انبیا علیہم السلام سے کلمۂ خدا اور روحِ خدا اور رسول خدا عزوجل، عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو تنقیص شان کے لیے خاص کر کے کہا۔ (حسام الحرمین، ص ۷۶-۷۷)

یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں باجماع اُمت، اسلام سے خارج ہیں اور بزازیہ، دُرَرْ، غُرَرْ، فتاویٰ خیریہ، مجمعُ الانھر، دُرِ مختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا:

”من شک فی کفرہٖ و عذابہٖ فقد کفر (کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے، خود کافر ہے)“

اور ”شفاء شریف“ میں فرمایا:

”ونکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام من الملل او وقف فیھم او شک۔ (ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے)“

اور ”بحر الرائق“ وغیرہ میں فرمایا:

”من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہٗ معنیً صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسّن۔ (جو بد دینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنیٰ رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنیٰ ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا)“

اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”الاعلام“ کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے ائمۂ اعلام کا اتفاق ہے، فرمایا:

”من تلفظ بلفظ الکفر یکفر و کل من استحسنہٗ او رضی بہٖ یکفر۔ (جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے)“

ہاں ہاں! احتیاط احتیاط!

اے مٹی اور پانی کے پتلے، کہ تمام چیزیں جو پسند کی جائیں دین ان سب سے زیادہ عزت والا ہے اور بے شک کافر کی توقیر نہ کی جائے گی اور بے شک گمراہی سے بچنا سب سے زیادہ اہم ہے اور بے شک ایک ایک شر دوسرے شر کو نہایت کھینچ لانے والا ہے اور بے شک جن چیزوں کا انتظار کیا جاتا ہے ان سب میں بدتر دجال ہے اور بے شک اس کے پیرو ان لوگوں کے پیروؤں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے اور بے شک اس کے اچنبے ان کے شعبدوں سے زیادہ ظاہر اور بڑے ہوں گے اور بے شک قیامت سب سے زیادہ دہشت والی اور سب سے زیادہ کڑوی ہے تو اللہ کی طرف بھاگو کہ آھلاً (سیلاب کا پانی) ٹیلوں بقیہ ص ۸/ پر

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی کے پرنسپل ہیں۔

شبِ معراج

اور اس موقع پر بیان کی جانی والی دو مشہور روایات کا تحقیقی جائزہ

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

آقا علیہ الصلوٰہ والتسلیم کا فرمان ذیشان ہے:

”خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔ یعنی سب قرنوں سے بہتر میرا قرن ہے پھر اس کے بعد وہ جو اس سے ملا ہو پھر وہ جو اس سے ملا ہوا ہو۔“

یہ تینوں قرون مشہود بھا بالخیر دیانت و عدالت، طہارت و پاکیزگی، خدا ترسی و خدا شناسی میں اپنی مثال آپ تھے کیوں کہ ان پاکیزہ ادوار میں ملکوتی صفات نفوس کا ایک جھمگٹا تھا، کہکشاؤں کی ایک بارات تھی جو ہر آن و ہر لحہ تسبیح مولا و یاد شہنشاہ ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہی مستغرق رہتی تھی، احقاق حق و ابطال باطل ان کی زندگانی کا وطیرہ تھا، دودھ کا دودھ و پانی کا پانی کر دینا ان کی سرشت میں داخل تھا اس لیے دین اسلام کی فصیل پر جب بھی کوئی خارجی یا داخلی دشمن حملہ آور ہوتا تو یہ عزیمت المرتبت ہستیاں اس کی بکھیاں اڈھیر کر رکھ دیتیں، اسلام کو نقصان گو کہ خارجی دشمنوں سے بھی پہنچا لیکن ان سے بھی زیادہ نقصان داخلی دشمنوں سے پہنچا کیوں کہ ان کا کفر عیاں تھا لیکن یہ سیاہ بخت اندرونی جراثیم اندرون خانہ ہی دبک کر دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو حتی الامکان مسخ کرنے کی سعی لاحاصل کرتے اور اپنے اس ناپاک مشن کی تکمیل کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے۔

بعض نے نصف قرآن ہی کا انکار کر دیا، بعض سیاہ رو احادیث کے منکر ہوئے بعض کم ظرفوں نے اپنی دکان چمکانے کے لیے چند احادیث و روایات ایسی گھڑ لیں کہ جن سے اسلام کا مقدس چہرہ مجروح ہوتا ہو اور اغیار کو طعن و تجریح کا شوشہ ہاتھ آتا ہو، سینکڑوں رحمتیں ہوں ان پاکیزہ ہستیوں پر کہ جنہوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے ان ناخدا ترسوں کا پردہ فاش کیا اور ان کے کید و فریب کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، اس کے اشباہ و نظائر پر تو مستقل کتابیں تصنیف کی ہوئی ہیں مگر یہاں مشتے از خروارے دو روایات حاضر خدمت ہیں، جن میں سے ایک موضوع و من گھڑت اور ایک درست و صحیح تا کہ آپ قارئین کو بھی معلوم کہ صحیح اور غیر صحیح روایات کی مقبولیت کا تحقیقی معیار کیا ہونا چاہیے۔

(۱) یہ روایت زبان زد عام ہے کہ شب معراج کو جب آقا علیہ الصلوٰہ والسلام عرش اعظم پر پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نعلین پاک اتارنے چاہے کہ آواز آئی: اے حبیب! نعلین کے ساتھ تشریف لائیں تا کہ عرش کو زینت و عزت حاصل ہو سکے، اس روایت کے متعلق علامہ مفتی محمد اسماعیل نورانی فرماتے ہیں: بعض صوفیائے کرام کے نزدیک یہ روایت ثابت اور درست ہے، چناں چہ قرآن کریم کی آیت کریمہ ”انی انا ربك فاخلع نعليك“ کے تحت تفسیر کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے روح البیان جلد ے ریں باضابطہ اس روایت کو تحریر فرمایا ہے لیکن علمائے محققین نے اس روایت کو بالکل بے اصل اور باطل قرار دیا ہے، چناں چہ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ امام قزوینی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان ”اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے ان (نعلین) کے ذریعے عرش کو شرف بخشنا ہے“ کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جہاں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے کا تعلق ہے تو یہ غلط اور غیر ثابت ہے، بعض محدثین نے امام قزوینی کے اس جواب کے بارے میں لکھا کہ یہی درست ہے۔ (انوار الفتاوی، صفحہ 190)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مذکورہ روایت کے تعلق سے لکھتے

نقد و نظر

ہیں کہ یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ (احکام شریعت، حصہ 2 /صفحہ 160) نیز آپ کے ملفوظات میں ہے کہ یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔ (الملفوظ) صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رضی اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ: یہ مشہور ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین مبارک پہنے عرش پر گئے اور واعظین اس کے متعلق ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں، اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے، لہٰذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 16 /صفحہ 645)

علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر جانا جھوٹ اور موضوع ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احکام شریعت حصہ دوم میں تحریر فرمایا ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، جلد 1 /صفحہ 306)

ایک مرتبہ آپ سے سوال ہوا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اپ نے اسے موضوع لکھا ہے، حالاں کہ علامہ ارشد القادری ودیگر علما نے اسے تقریر میں بیان کیا ہے، اس کے علاوہ یہ کتابوں میں موجود بھی ہے، آپ نے جواباً فرمایا کہ: اس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ نعلین پاک پہنے عرش پر گئے، ان سے پوچھیے کہ کہاں لکھا ہے واللہ تعالیٰ اعلم، علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی نے یہ کبھی بیان نہیں کیا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج 1 /ص 107)

(۲) ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ شب معراج کو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش اعظم پر تشریف لے جانے لگے تو غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک حاضر خدمت ہوئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں پر اپنے قدمان مبارک رکھے اور عرش اعظم پر تشریف لے گئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: بیٹا! میرے یہ قدم تمہاری گردن پر ہیں اور تمہارے قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہوں گے۔

یہ واقعہ مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے، اس لیے ممکن ہو کہ کوئی اور روایت اس روایت سے الفاظ میں متفاوت ہو تاہم متقارب المفہوم ضرور ہوگی، سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس روایت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے مختلف مطالب کو اجاگر کرتے اخیر میں فرمایا کہ:

”بالجملہ روح مقدس کا شب معراج کو حاضر ہونا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت غوثیت کی گردن مبارک پر قدم اکرم رکھ کر براق یا عرش پر جلوہ فرما ہونا اور سرکار ابد قرار سے فرزند ارجمند کو اس خدمت کے صلہ میں یہ انعام عطا ہونا کہ تمہارا قدم ولیوں کی گردنوں پر ہوگا، ان میں کوئی امر نہ عقلاً اور شرعاً مہجور اور کلمات مشائخ میں مسطور و ماثور، کتب حدیث میں ذکر معدوم، نہ کہ عدم مذکور، نہ روایات مشائخ اس طرح سند ظاہری میں محصور اور قدرت قادر وسیع و موفور اور قدر قادری کی بلندی مشہور، پھر رد و انکار کیا مقتضائے ادب و شعور۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 28 /صفحہ 412-411)

مفتی جلال الدین امجدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ: فتاویٰ افریقہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ تفریح الخاطر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش بر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1 /صفحہ 153)

شارح بخاری سے ایک سوال ہوا کہ شب معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پائے اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھے کا سہارا دیا جب کہ وہ موجود نہیں تھے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہاں مراح مراد روح مبارک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج 1، ص 312)

آپ نے روایت کا مطلقاً انکار نہ فرمایا بلکہ اس کو روح پر محمول فرمایا اور حقیقت بھی یہی ہے، علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رضی اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: تفریح الخاطر وغیرہ میں اس قسم کی روایتوں کا ذکر ہے اور عقل شرعی میں اس کا استبعاد بھی بقیہ ص ۲۵ پر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

تیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

حدیث شریف: حضرت مصنف اپنے شیخ محمد ابن خزیمہ سے سن کر، بحوالہ اسناد تام، حضرت جریر (بزرگ صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مامن قوم یکون فیھم رجل یعمل بالمعاصی- الحدیث۔ (ترجمہ) یعنی اگر کسی قوم میں کوئی بدکار ہو جو (کھلم کھلا) معصیت کے کام کرتا ہو اور اہل قوم کو یہ قدرت (استطاعت) حاصل ہو کہ اس کے عمل میں تغییر کر سکتے ہیں (یعنی انکار و اصلاح پر دسترس رکھتے ہیں) اس کے باوجود وہ تغییر نہ کریں (اس کو بدعملی سے نہ روکیں) تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پوری قوم کو، ان کی موت سے پہلے کسی بلائے عام میں مبتلا نہ کرے۔''

فریضہ امر و نہی استطاعت کے ساتھ مشروط

تشریح: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فریضۂ امر و نہی کو قدرت کے ساتھ مشروط فرمایا ہے نہ کہ علی الاطلاق مطلب یہ ہے کہ جب اہل صلاح کو اہل معاصی پر غلبہ حاصل ہو تو ایسی صورت میں ان پر ضرور واجب ہوگا کہ اہل معاصی کو معصیت کے ارتکاب سے روکیں (یعنی روکنے کی پوری کوشش کریں) یہ حکم بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ لوگ معاصی کھلم کھلا کرتے ہوں۔

امر و نہی کا وجوب قرآن سے ثابت

اور (معلوم ہو کہ) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وجوب اس دلیل سے نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کی اسی (آمر و ناہی ہونے کی) صفت کے ساتھ مدح فرمائی ہے، فرماتا ہے:

''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (ترجمہ) تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی، ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔''

[سورۂ آل عمران — ۱۱۰/کنز الایمان]

اس امت کو خیر اُمت کا لقب کس وجہ سے؟

قول علما: (اور آیت کریمہ کے معنی کی تعیین میں) ایک قول یہ آیا ہے کہ (اے امت مرحومہ) تمہارا نام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ''خیر امت'' جو لوگوں کے لئے پیدا ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا ہے لوگوں (کی ہدایت و اصلاح) کے لئے تاکہ تم انہیں طاعت کا (یعنی ثوابی کاموں کا) حکم کرو اور منکر سے (یعنی گناہ کے کاموں سے) منع کرو۔ (روکو ٹوکو)

معروف و منکر سے کیا مراد؟

قول مصنف: تو معروف وہ کام ہے جو کتاب و سنت (یعنی شریعت) کے بھی موافق ہو اور عقل کے بھی اور منکر وہ ہے جو کتاب و سنت اور عقل کے خلاف ہو اور رب کریم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

''وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (ترجمہ) اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی

سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔''

[سورۂ آل عمران – ۱۰۴/ کنزالایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا): لتکن میں لام، لام امر ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ تم میں ایک جماعت ایسی (ضرور) رہنی چاہئے جو معروف کا حکم دیا کریں اور منکر سے منع کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے (قرآن شریف میں) ترک امر ونہی پر کچھ قوموں کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ (ایک جگہ) فرماتا ہے:

''كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ (ترجمہ) (مستحق لعنت وعذاب ہوئے وہ لوگ) جو اپنے معاشرے کی برائیوں سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے ٹوکتے تھے۔ یقیناً اُن کے کرتوت بہت ہی بُرے تھے۔''

[سورۂ مائدہ – ۷۹/ کنزالایمان]

یعنی وہ منکرات کرتے اور ایک دوسرے کو ان سے منع نہیں کرتے تھے اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

''لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔ (ترجمہ) انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بے شک وہ بہت ہی بُرے کام کررہے ہیں۔''

[سورۂ مائدہ – ۶۳/ کنزالایمان]

توضیح از مصنف: یعنی ان کے علما وفقہا اور حاملان کتاب ان (مجرموں) کو گناہ کی بات بولنے اور حرام چیز کھانے پینے سے کیوں منع نہیں کرتے... (قولهم الاثم) سے مراد ہے فحش گوئی (گندی گھنونی بات) اور (سُحت) سے مراد ہے حرام چیز۔

امر ونہی کے لئے سلیقے کا سجھاؤ

نصیحت: (مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) آمر بالمعروف کو چاہئے کہ جب کسی کو امر ونصیحت کرے تو پست آواز سے نرم لہجے میں (یا تنہائی میں) کرے بشرطیکہ اس کی استطاعت بھی رکھتا ہو۔ کیونکہ چپکے کی موعظت ونصیحت زیادہ مؤثر اور رسا ہوتی ہے۔

سمجھانے بجھانے کا ڈھنگ کیسا ہونا چاہئے؟

ہدایت: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو علانیہ موعظت کی تو گویا اس کا عیب کھولا (اسے عیب دار کہا) اور جس نے فی السر (یعنی آہستہ یا تنہائی میں) نصیحت کی تو گویا اسے خوبی سے آراستہ کیا، ہاں! اگر سرّی موعظت نے نفع نہیں دیا (اس سے کام نہیں چلا) تو ایسی صورت میں علانیہ بھی امر ونہی کرے اور اس پر، اہل صلاح واہل خیر سے اعانت چاہے (اگر ضرورت سمجھے) تاکہ سب ملکر اسے ڈانٹیں ڈپٹیں۔

ترک امر ونہی کے وبال کی تمثیل باتاثیر

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ خلیل ابن احمد دیبلی سے سن کر باسناد تام، بطریق امام شعبی، حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

''مثل المُداهن فی حقوق الله تعالی والواقع فیها - الحدیث۔ یعنی وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں (یعنی حدود شرع میں) مداہنت (چشم پوشی یا چکنی چپڑی) کیا کرتا ہے اور وہ جو اُن میں واقع ہے (یعنی تارک حقوق ہے) اور وہ جو ان (کی ادائیگی) پر مستعد ہے ان تینوں کی مثال ان تین قسم کے آدمیوں کی سی ہے جو بڑی کشتی میں (بحری جہاز میں) سفر کررہے ہوں۔ جنہوں نے قرعہ اندازی سے درجے بانٹ لیے ہوں۔ ان میں بعض کو اوپر والی منزل ملی اور بعض کو بیچ والی اور بعض کے حصے میں نیچے والا درجہ آیا۔ وہ بدستور (کچھ وقت تک) اسی طرح سفر کرتے رہے حتی کہ (ایک دن) اچانک ان میں کے ایک شخص نے (اپنے ہاتھ میں) بسولہ لیا۔ ساتھ والوں نے پوچھا (اور ٹوکا کہ) کیا ارادہ ہے۔ بولا میں اپنے درجے میں (تھوڑا تختہ) کاٹ کر سوراخ کروں گا کہ پانی میرے قریب ہوجائے (اور استعمال کے لئے پانی کا حاصل کرنا آسان ہوجائے) اور بول وبراز وغیرہ کے اخراج کے لئے راستہ بن جائے۔ ساتھیوں میں سے بعض نے کہا: اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دو، یہ اپنی منزل میں جو چاہے چھٹن بنائے۔ اللہ اسے دور کرے اور بعض نے کہا: اسے مت کاٹنے دو، ورنہ ہمیں بھی ہلاک کرے

گا اور خود بھی ہلاک ہوگا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے فرمایا) تو اگر انہوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے تو (ڈوبنے سے) وہ بھی بچا اور یہ بھی بچے۔ اور اگر انہوں نے اس کے ہاتھوں پر گرفت نہیں کی تو یہ بھی ڈوبے اور وہ بھی ڈوبا۔‘‘

ترک امرونہی کی سزا، ظالم حاکم کا تسلط

اثرابودرداء: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے (حدیث شریف کی روشنی میں) فرمایا: قسم سے کہتا ہوں کہ دو میں سے ایک بات ضرور ہو کے رہے گی یا تو (یہ ہوگا کہ) تم لوگ ضرور ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (کا فریضہ ادا) کرتے رہو گے اور یا (یہ ہوگا کہ) تم پر اللہ تعالیٰ ظالم حکمراں مسلط فرمادے گا جو نہ بڑوں کی توقیر کرے گا نہ چھوٹوں پر ترس کھائے گا اور (اس وقت) نیک لوگوں کی بھی دعائیں قبول نہیں ہوں گی اور (دشمن پر اللہ سے) مدد طلب کریں گے تو ان کی مدد نہیں ہوگی۔ گناہوں کی معافی چاہیں گے تو معافی نہیں ملے گی۔

ترک امرونہی کا وبال عام

حدیث شریف: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور پرنور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف-الحدیث۔ یعنی قسم اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (دو باتوں میں سے ایک کا وقوع ضرور ہوگا) یا تو تم لوگ ضرور ضرور اچھی باتوں کا حکم کروگے اور بری باتوں سے منع کروگے، یا عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عقاب (یعنی کڑی سزا) بھیجے گا پھر تم اللہ سے دعا کروگے تو قبول نہیں فرمائے گا۔‘‘

ظالم کی مداہنت مذموم خصلت

حدیث شریف: حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم (ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

’’اذا ھابت امتی ان یقولوا للظالم انت ظالم، فتودّعَ منھم۔ (ترجمہ) جب میری امت کے لوگوں کو ظالم کی ہیبت، (اس کے منھ پر) یہ کہنے سے روکے کہ ’’تو ظالم ہے‘‘ تو ایسے لوگوں سے تو رخصت ہو چل۔ (۱)

نہی عن المنکر کے تین درجے

حدیث شریف: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اذا رأی احدکم منکرا فلیغیر بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (ترجمہ) جب تم میں کا کوئی شخص کسی منکر کو (خلاف عرف وشرع کام کو) دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے بدل دے (یعنی انکار کرے، ناگواری ظاہر کرے) اور اگر اس کی بھی دسترس نہیں رکھتا ہو تو (آخری درجہ یہ ہے کہ) دل سے تبدیل کردے (یعنی اسے دل سے برا جانے) اور وہ اضعف ایمان ہے۔‘‘

اضعف الایمان کی تشریح

توضیح: مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ’’ذلک اضعف الایمان‘‘ کا معنیٰ ’اضعف فعل اھل الایمان‘‘ ہے یعنی اہل ایمان کے (ایمانی) کاموں میں سب سے کمزور تر کام۔ (۲)

تشریح حدیث: (مصنف علیہ الرحمہ نے مزید کہا کہ): بعض علما نے فرمایا ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینے کا حکم، اہل حکومت و اقتدار کے لئے ہے اور لسانی تغییر کا حکم، اہل علم کے لئے ہے اور قلبی تغییر کا حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جو شخص جس طور پر قادر ہو اس پر وہی واجب ہے۔

---

[۱] یعنی ظالم کی طرح، ظالم کی مداہنت یا حمایت کرنے والے بھی مستحق ترک تعلق ہیں، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۲] حالانکہ اس جملہ (ذلک اضعف الایمان) کا ترجمہ عموما اہل علم یہ کرتے ہیں کہ ’’وہ شخص سب سے کمزور ایمان والا ہے‘‘ مگر اہل نظر غائر کے نزدیک از روئے عربیت، حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی توضیح ہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ویسے وہ معروف ترجمہ بھی غلط نہیں ٹھہرے گا، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

.... جاری

ص ۶ ؍ کا بقیہ ....

واقع ہیں، یہ مقامات حد درجہ مشہور و معروف اور بڑے بڑے شہروں میں واقع ہیں، مثلاً اجمیر شریف ہی کو لیں تو یہاں آستانہ غریب نواز کے علاوہ شاہ جہانی مسجد، ڈھائی دن کے جھونپڑے اور چلہ اناسا گر سمیت کل 9 ؍ مقامات ان کے نشانے پر ہیں۔ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی، مدرسہ فیروز شاہ تغلق حوض خاص، نیلی مسجد، پرانے قلعہ کی خیر المنازل مسجد اور شاہ جہاں کی بیٹی زینت النسا کی تعمیر کردہ زینت المساجد جیسی حد درجہ تاریخی مساجد و مدارس اور خانقاہیں بھی ان کے جھوٹ سے محفوظ نہیں ہیں۔

مراد آباد اور رامپور جیسے مسلم اکثریتی شہروں کی جامع مسجد ان کی ہٹ لسٹ میں ہیں۔ پنڈوا بنگال کی معروف خانقاہ جلال الدین تبریزی، ششش ہزاری خانقاہ نور قطب شہید، پنڈوا بھی ان کی فہرست میں شامل ہیں۔ بہار کے نالندہ ضلع کی درگاہ مخدوم الملک شرف الدین اور درگاہ شاہ فضل اللہ گوسائیں ان کے نشانے پر ہے۔

پٹنہ کی جامع مسجد اور معروف بزرگ حضرت مخدوم یحییٰ منیری کی خانقاہ بھی ان کی جھوٹی لسٹ میں شامل ہیں۔ یہ فہرست تو نمونہ بھر ہے ورنہ مسلمانوں کا ہر بڑا شہر اور ہر شہر کی بڑی مسجد یا عیدگاہ اور علاقے کی مشہور خانقاہیں ان کی سازشی فہرست میں شامل ہیں۔ یکے بعد دیگرے وہ لوگ اپنے منصوبے پر آگے بڑھتے جائیں گے اور مسلمانوں کی مذہبی نشانیوں کو اسی طرح متنازعہ بنا کر مٹانے اور چھیننے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔

کیا کریں مسلمان؟

یوں تو کرنے کے بہت سارے کام ہیں لیکن سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اپنے اندر دینی اور قومی جذبہ بیدار کیا جائے۔ ہمارے یہاں افراد کی کمی ہے نہ اسباب کی، کمی ہے تو دینی جذبات کی۔ چونکہ یہ معاملات براہ راست دو چیزوں سے متعلق ہیں ایک سیاست دوسرے عدلیہ (Judiciary) اور ان دونوں ہی امور پر ہمارے یہاں دو طرح کی لاپرواہی پائی جاتی ہے۔ سیاست میں ہمارے یہاں غیروں کی اتباع کا مزاج ہے جب کہ عدلیہ کو ہمارے یہاں زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا، جو لوگ کسی طرح عدلیہ میں پہنچ جاتے ہیں ان میں وہ جذبہ نظر نہیں آتا جو بحیثیت قوم ضروری ہوتا ہے۔

اب اسے اس طرح سمجھیں کہ شاہی مسجد گیان واپی اور سنبھل جامع مسجد کے خلاف مقدمہ کرنے والا نمایاں شخص وشنو شنکر جین ہے جو اس وقت درجن بھر سے زائد مساجد کے خلاف پٹیشن فائل کیے ہوئے ہے۔ اس سے پہلے اس کا باپ ہری شنکر جین بھی یہی کام کرتا تھا۔

دہلی کا اشونی اپادھیائے بھی مسلم کمیونٹی کے خلاف آئے دن سپریم کورٹ/ ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن لگاتا رہتا ہے۔ ہندوؤں کے مسائل پر لگاتار کام کرتا ہے لیکن ان سب کے مقابلے ہمارے مسلم وکیل ہر کام فیس لے کر ہی کرتے ہیں۔ معاملہ چاہے مسجد کا ہو یا خانقاہ کا ہمارے وکلا بغیر فیس لیے کسی کام پر آمادہ نہیں ہوتے۔

دوسری طرف یہی وکلا دلتوں/ آدی واسیوں اور دیگر سماجی/ سیاسی تنظیموں کے لیے فری آف کاسٹ کام کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے مذہب و قوم کے لیے یہ لوگ سننے/ بولنے/ دیکھنے سے معذور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں قابل وکیلوں کی اتنی بھی کمی نہیں ہے کہ ہم اس نوعیت کے کام نہیں کر سکتے؟ کمی ہے تو بس جذبے کی، اس لیے سب سے پہلے ہمیں اپنے اندر دینی اور قومی جذبہ بیدار کرنا ہوگا ایک بار یہ جذبہ بیدار ہو گیا تو ان شاءاللہ چیلنجز کا مقابلہ بھی کیا جا سکتا ہے اور مشکلات کو آسان بھی بنایا جا سکتا ہے۔

مشکلوں سے گھبرانا ہماری روایت نہیں رہی۔ ہم نے تو آندھیوں میں بھی امیدوں کے چراغ جلائے رکھے ہیں اور آگے بھی ان شاءاللہ اس روایت کو برقرار رکھیں گے۔ ؎

واقف کہاں زمانہ ہماری اڑان سے
وہ اور تھے جو ہار گئے آسمان سے

◆◆◆

اسلامی اقدار پر حملہ اور عالمی سازش

از: سید محمد رضا حنفی
جامعہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی

سعودی عرب آج ایک ایسا منظر پیش کر رہا ہے جو ہر صاحبِ ایمان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گا، ایک چوکور ڈیجیٹل کیوب جو خانۂ کعبہ سے مشابہت رکھتا ہے، اُس پر عریاں مناظر اور برہنہ اجسام کی تھرکتی ہوئی تصویریں دکھائی جا رہی ہیں، یہ صرف ایک ٹیکنالوجیکل نمائش نہیں، بلکہ امت مسلمہ کے دل میں چھری گھونپنے کے مترادف ہے۔

وہ سرزمین جو توحید کا مرکز، حرمین شریفین کا محافظ اور اسلامی اقدار کی پہچان تھی، اب ایک ایسی ریاست میں بدلتی جا رہی ہے جو نہ صرف اسلامی تعلیمات سے روگردانی کر رہی ہے بلکہ کھلے عام ان کا مذاق اڑا رہی ہے، نوے سال پہلے وہی سعودی عرب جو محمد بن عبدالوہاب کی شدت پسند وہابی آئیڈیولوجی کے ذریعہ اسلام کی "اصلاح" کے نام پر قائم ہوا تھا، آج مکمل طور پر اپنے پرانے چہرے سے دستبردار ہو چکا ہے، اُس وقت وہابیت کو استعمال کرتے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو "شرک" اور "بدعت" کے نام پر موت کے گھاٹ اتارا گیا، یہ شدت پسند نظریہ دنیا بھر میں ٹی ٹی پی، داعش اور القاعدہ جیسے فتنے کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنا، لیکن یہ سب ایک عالمی منصوبے کا حصہ تھا، ایک ایسا منصوبہ جس کے ذریعہ امت مسلمہ کو اندر سے کھوکھلا کرنا تھا۔

آج سعودی عرب "Vision-2030" کے تحت مغربی اقدار کو اپنانے کی راہ پر گامزن ہے، حرمین شریفین کے تقدس کو نظرانداز کرتے ہوئے، میوزک فیسٹیولز، عریاں فیشن شوز اور بے حیائی کو "ترقی" کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے، کل تک جو حکمران اسلامی لباس اور داڑھی کو دین کی پہچان قرار دیتے تھے، آج وہی مغرب کی اندھی تقلید کر رہے ہیں، یہ صرف تفریح نہیں، بلکہ ایک پیغام ہے کہ اب اس سرزمین پر مغربی ایجنڈا حکمرانی کرے گا، یہ تبدیلی پورے عالم اسلام کے لیے ایک خطرہ ہے، مغربی طاقتیں پہلے شدت پسندی کے ذریعہ امت کو بدنام کرتی تھیں اور اب سیکولرزم اور بے حیائی کو فروغ دے کر مسلمانوں کی روحانی و فکری بنیادیں کھوکھلی کر رہی ہیں، یہ امت کے تشخص کو مٹانے کی عالمی سازش کا حصہ ہے۔

ریاض کا یہ ڈیجیٹل کیوب ایک علامت ہے، ایک انتباہ کہ اگر ہم نے ابھی بھی ہوش کے ناخن نہ لیے تو شاید وہ دن دور نہیں، جب امت مسلمہ اپنی شناخت کھودے، یہ وقت ہے کھڑے ہونے کا، آواز بلند کرنے کا اور ان تمام طاقتوں کے خلاف صف آرا ہونے کا جو اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، ابابیلیں آج بھی اللہ کے حکم کی منتظر ہیں، لیکن ان کی آمد سے پہلے امت کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہوگا۔

◆◆◆

زخمی معاشرہ

از: مولانا نثار احمد مصباحی
دارالعلوم نعیمیہ چھپرہ، بہار

ایک اور قوم کی بیٹی مرتد ہوگئی، 17/نومبر 2024 مقام پچپترا شیخ پورہ ریول گنج میں بعد مغرب میلاد شریف کا پروگرام چل رہا تھا، ایک طرف کھانا بن رہا تھا، دعوت کی وجہ سے لوگوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی، امام صاحب کی خطابت شباب پر تھی، اچانک خطیب کا لہجہ بدل گیا، الفاظ دم توڑنے لگے، اس لئے کہ جس لڑکے کی بارات نکلنے والی تھی وہی لڑکا اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ امام صاحب پروگرام ختم کریں، اب یہ شادی نہیں ہوسکتی، پوچھنے پر بتایا کہ ابھی ابھی ایک غیر مسلم لڑکے کا فون آیا ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ وہ صرف میری ہے، تم دولہا بن کر آؤ گے لاش بن کر جاؤ گے، اس لئے ہرگز بارات لے کر مت آنا، خیر کھانا پک گیا تھا، سب لوگوں کو کھلا دیا گیا۔

لڑکی کے والد سے بات کی گئی تو اس نے اقرار کیا کہ میری بیٹی اس سے محبت کرتی ہے، اسی نے اس لڑکے کو نمبر دیا ہے،

شادی نہیں ہوسکی اور وہ لڑکی اپنے یار کے ساتھ گھر سے نکل گئی، افسوس ناک بات یہ ہے کہ ارتداد کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے، ابھی دو چار دن پہلے ہم نے اپنے ضلع سارن کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ گزشتہ دو سالوں میں 35/سے 40/لڑکیا مرتد ہوگئیں، اگر اس راستے پر ہم اور آپ پہرے دار بن کر کھڑے نہیں ہوئے تو اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور ایک دن ایسا آئے گا کہ لوگ اس کو عیب ماننا چھوڑ دیں گے، اس کے بعد ہم جبہ اور دستار کے ساتھ ممبر سے چلّاتے رہیں گے اور ہماری آواز صحراؤں میں بھٹکتی ہوئی محسوس ہوگی، وہ محرر اپنی قوم کا ادیب نہیں ہوسکتا جو عشق کی داستان سنا کر قوم کو گہری نیند سونے پر مجبور کردے، اب ضرورت ہے کہ ہم اٹھیں اور قوم کے دل و دماغ کو صیقل کرنے کی سعی کریں۔ ؎

رہ طلب سے گزرنا بہت ضروری ہے
حیات کے لئے مرنا بہت ضروری ہے
یہ اور بات کہ ہم پار ہوسکے نہ مگر
ندی میں اب کے اترنا بہت ضروری ہے

◆◆◆

تو بندۂ آفاق ہے، وہ صاحبِ آفاق

از: غلام مصطفٰے رضوی
نوری مشن، مالے گاؤں، مہاراشٹرا

ہند میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ناموس پاک میں ہر دن نئی نئی توہین و گستاخی کا ارتکاب ہورہا ہے، اصنام پرستوں نے پاکیزہ سیرتوں میں نقص نکالنے کی نامُراد کوششیں جاری رکھی ہیں، وہ جب چاہتے ہیں زہر اُگل دیتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح ''جہاد'' پر لگاتار اٹیک ہے۔ اس کے تمسخر میں کبھی لینڈ جہاد، کبھی لو جہاد، کبھی ووٹ جہاد کا استعمال کر کے اسلام کے پاکیزہ نظامِ جہاد کو نشانہ بنایا جاتا ہے، مسلمانوں کے عائلی قوانین، شرعی حدود، معاشرتی و ثقافتی امور پر لگاتار حملے کیے جارہے ہیں۔

یہ سب حکومت کی سربراہی میں کیا جارہا ہے، حتیٰ کہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں رخنہ اندازی کے لیے قانون پاس کیے جارہے ہیں، بنیادی حقوق پر ڈاکے ڈالے جارہے ہیں، ان حالات میں بھی بعض طبقے، ادارے، تحریکیں ایسی ہیں جو مصلحت کی چادر اوڑھ کر ہر ظلم پر خاموش ہیں، اقتدار کے آگے سرنگوں ہیں۔ زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ آزادیِ اظہارِ رائے کو بھی نذرِ ظلم کر بیٹھے ہیں، سچ نہیں کہتے، نام اسلامی، مقصد تبلیغ دین اور ناموسِ رسالت ﷺ میں توہین پر بے غیرتی و خموشی!

ایک طبقہ وہ ہے جو نماز کی دعوت دیتا ہے۔ چھ باتوں کی تبلیغ کرتا ہے: انھیں بھی کالی گھٹاؤں کو نہیں پہچاننا آتا، انھیں بھی اسلامی شعار کی توہین برداشت ہے! لیکن مجال ہے کہ ظالم کے خلاف کچھ اظہار کرسکیں! درجنوں مقامات پر تاریخی مساجد کو غیر قانونی طریقے سے (۱۹۹۱ء کے The Place of Wrship Act کو نظر انداز کر کے) ختم کرنے کی مہم جاری ہے، مجال ہے کہ ''مصلحت پسند'' حلقہ جنبش لب کشائی کرسکے! بقیہ ص ۱۸/ پر

مرتد ہوتیں بنات اسلام! معاشرہ کے لیے لمحۂ فکریہ

از: سوشیل میڈیا رضوی نیٹ ورک

آج ایک خوفناک حقیقت ہمارے معاشرے پر سایہ فگن ہو چکی ہے۔ بے راہ روی کی ایسی خبریں روزانہ ہماری نظروں سے گزرتی ہیں جہاں مسلم لڑکیاں اپنی حدود کو پار کر کے غیر مسلم مردوں کے جال میں پھنستی ہیں اور نتیجتاً اپنی زندگی، عزت اور دین سب کچھ کھو بیٹھتی ہیں۔ کچھ اپنی نادانی اور کم فہمی کے باعث غیر محفوظ رشتوں میں الجھ جاتی ہیں، جبکہ کچھ ایسے افراد کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہیں جو ان کی محبت کے دعوے دار تھے لیکن حقیقت میں درندے ثابت ہوتے ہیں۔

یہ المیہ صرف ایک فرد کی تباہی نہیں، بلکہ ایک قوم کی اخلاقی بنیادوں کی شکست کا اعلان ہے، اس تباہی کی بنیادی وجہ والدین کی لاپرواہی اور معاشرتی بے حسی ہے، وہ والدین جو اپنی بیٹیوں کو دین کی روشنی سے آراستہ کرنے کی بجائے بقیہ ص ۴۳/ پر

چشمِ رحمت ہے آشیانے پر

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی، بانکا، بہار

چھا گئے ہم تو کُل زمانے پر
نازِ عشقِ نبی اٹھانے پر

آرزو کا ہوا چمن شاداب
شاہِ بطحا سے لو لگانے پر

پھول مدح و ثنا کے کِھل اٹھے
فکر و فن کی انجمن سجانے پر

برقِ غم کیا بگاڑے جب ان کی
چشمِ رحمت ہے آشیانے پر

فکر و فن کی نکھر گئی صورت
نعت کے بحر میں نہانے پر

دل کو ملتی ہے دولتِ تسکین
" نعتیہ شعر " گنگنانے پر

اپنا نوری دیار دکھلائیں
ہو کرم کی نظر دوانے پر

رحم فرمایئے ہے آمادہ
ساری دنیا ہمیں مٹانے پر

جان کر اپنا ماویٰ و ملجا
پڑ گئے آ کے آستانے پر

یرجع کل شئی پہ کر کے عمل
" پڑ گئے آ کے آستانے پر "

ربِّ اکبر کی خاص رحمت ہے
مصطفیٰ آپ کے گھرانے پر

رجعتِ قہقہری کی سورج نے
رب کے محبوب کے بلانے پر

اپنی قسمت پہ پھر میں ناز کروں
گروہ آئیں غریب خانے پر

تاج داروں کے گھستے سر دیکھے
شاہِ بطحا کے آستانے پر

بقیہ ص ۲۸ ؍ پر

مصروف میں تو مدحت خیر الوریٰ میں ہوں

(از: مولانا شمس تبریز خاں ظہوری مرکزی، بلگرام شریف

میں تابشِ ثنائے شہِ انبیا میں ہوں
جب سے خیالِ شرحِ رخِ والضحیٰ میں ہوں

پھر آرزوئے مدحِ مرصع لیے ہوئے
مصروف میں تو مدحت خیر الوریٰ میں ہوں

سارا وجود اس لئے میرا ہے عطر بیز
خوشبوئے مصطفیٰ کی مہکتی ردا میں ہوں

آقا کے در پہ دامن دل کو پسار کر
میں مندرج قبیلۂ فہم و ذکا میں ہوں

مجھ پر بھی ڈال دیجیے چشمِ کرم حضور
جکڑا ہوا شکنجۂ رنج و بلا میں ہوں

کیونکر نہ جاں گدازیٔ محشر سے ہو امان
بیٹھا جب ان کے سایۂ زلفِ دوتا میں ہوں

مجھ پر اثر یہ صحبت عشاقِ یار ہے
ثابت قدم اگر رہِ عشق و وفا میں ہوں

دھوون پلایئے مجھے اب پائے شاہ کا
مدت سے مبتلا میں علاج و دوا میں ہوں

ان کی طلب میں مجھ کو فنا ہونے دیجیے
اب سے میں جستجوئے طریقِ بقا میں ہوں

بقیہ ص ۲۸ ؍ پر

چہرے سے پردۂ بشر سر کا مہ تمام دو

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

صبح دو یا کہ شام دو چاہے برائے نام دو
پر اے حبیب حق نما ہونٹوں سے اپنے جام دو

شک دیا بنہ ہو دور دیکھے تمہاری ذاتِ نور
چہرے سے پردۂ بشر سر کا مہ تمام دو

کرتی ہے یک جا دو پھر شام سیاہ اور سحر
چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو

بقیہ ص ۳۳ ؍ پر

منظومات

ہیں آشنائے رمز حقیقت ابوالحسین

(از: پھول محمد نعمت رضوی، امام احمد رضا لائبریری سرلاہی نیپال

ہیں آشنائے رمز حقیقت ابوالحسین
اور پاسدار حکم شریعت ابوالحسین

بے حد خوشی تھی خانۂ سید ظہور میں
جب آپ کی ہوئی تھی ولادت ابوالحسین

آئی نظر کسی میں نہ وہ دور تک ہمیں
پائی ہے آپ نے جو شرافت ابوالحسین

پائی ہے آپ نے جو بزرگوں سے دم بدم
فیضان کی وہ خوب ہے دولت ابوالحسین

سن کر اکابرین زمانہ بھی دنگ ہیں
جو کر گئے ہیں لوگوں پہ شفقت ابوالحسین

لکھتے رہے کتابیں بھی ملت کے واسطے
جب جب ملی ہے آپ کو فرصت ابوالحسین

چھپ جائیں سب کتابیں ہے میری یہی دعا
جو آپ کی ہیں تشنہ طباعت ابوالحسین

ذکر جمالی ذکر جلالی میں غرق تھے
سالوں کی تج کے عشرت و فرحت ابوالحسین

مبہم سے مسئلے بھی ہوتے تھے آشکار
کرتے تھے آپ ایسی وضاحت ابوالحسین

دین نبی کی آپ نے کی خوب خدمتیں
سہ کر ہر ایک کرب و صعوبت ابوالحسین

کروا کے عالموں میں سدا صلح و آشتی
دل سے مٹایا سب کے کدورت ابوالحسین

لذت ہمیں ملی نہیں لنگر میں وہ کہیں
مارہرہ میں جو ملتی ہے لذت ابوالحسین

برتر قیاس سے ہے رضؔا نے یہ سچ کہا
ہے واقعی جو آپ کی رفعت ابوالحسین

جن کے مرید ابن رضاؔ مصطفیٰ رضا
ایسے ہیں آپ پیر طریقت ابوالحسین

ہوتا ہے رشک اہل نظر کو یہ جان کر
یوں کر گئے ہیں دیں کی اشاعت ابوالحسین

شہرت کسی کو بھی نہ ملی ایسی بے گماں
پائی ہے جیسی آپ نے شہرت ابوالحسین

چشم کرم ہو آپ کی اس خستہ حال پر
ہے حاضر دربار جو نعمتؔ ابوالحسین

جامعۃ الرضا میں ذکر مجاہد ملت

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا میں ۴؍جمادی الاولیٰ کو حضور مجاہد ملت کے عرس کی نسبت سے ایک روح پرور اور بابرکت محفل کا اہتمام کیا گیا، مولانا قربان خان مرکزی، مولانا سلطان رضا مرکزی، مولانا غلام صادق مرکزی، مولانا شعیب مرکزی اور مولانا شیخ امیر الدین مرکزی صاحب نے محفل کو سجانے اور اسے منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ محفل میں مفتی صدام صاحب منظری اور جامعہ رضویہ منظر اسلام سے تعلق رکھنے والے مولانا عبد الرحمن، مولانا علیم اللہ اور مولانا علی حسین کی شرکت نے اس تقریب کو مزید معتبر اور بابرکت بنا دیا، اس محفل کا بنیادی مقصد حضور مجاہد ملت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنا اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا تھا تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کے نقش و نگار تازہ رہیں۔

پروگرام کا آغاز ختمِ قادریہ شریف سے کیا گیا، جس نے محفل کو روحانی فضا میں ڈبو دیا، اس کے بعد جامعہ کے مختلف طلبہ نے نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منقبت سرکار حضور مجاہد ملت پیش کیے، اس بابرکت موقع پر حضور مجاہد ملت کی حیاتِ طیبہ اور ان کی عظیم خدمات پر روشنی ڈالی گئی، جسے سامعین نے بڑے شوق و عقیدت سے سنا اور اس پر بھرپور داد دی، محفل کے اختتام پر جامعۃ الرضا کے پرنسپل جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مولانا شکیل احمد صاحب نے تمام شرکا کے ساتھ مل کر خصوصی دعا فرمائی۔

رپورٹ: میر محسن رضا (بستہ بالاسور)
طالب علم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
JANUARY-2025
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan